۷۸۶

ان اللہ لطیف خبیر

اللطیف



دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

از
۱۳۸۲ سنہ ھ
تا ۱۳۸۳ سنہ ھ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللَّطِیف

سرپرست: اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری مدظلہ العالی

(سجادہ نشین حضرت مکان قطب ویلور قدس سرہ)

فہرست مدیران:

۱) حضرت مولانا مولوی ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد کاظم حسینی صاحب قادری مدظلہ العالی بی۔ اے۔ ناظم دارالعلوم لطیفیہ

۲) مولانا مولوی محمد طیب الدین اشرفی صاحب منگری (پروفیسر دارالعلوم لطیفیہ)

۳) مولانا سید حمید اشرف صاحب کچھوچھوی (پروفیسر دارالعلوم لطیفیہ)

دارالعلوم لطیفیہ

از: سنہ ۱۳۸۲ھ تا سنہ ۱۳۸۳ھ مطابق سنہ ۱۹۶۳ء

نمایندگان طلباء:

۱) مولوی سید مصطفیٰ حسین بخاری کڈپوی، جنرل سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف دارالعلوم لطیفیہ

۲) سید انواراللہ نورگل بلگام

۳) ڈی۔ الف۔ فیاض محی الدین بھٹکل، دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان قطب ویلور قدس سرہ

فہرست

دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

قطعۂ نظم

از مولوی عبد السلام صاحب کمالی ویلوری مد ظلہ العالی

بجشن تقریب بالانہ افتتاحی جلسہ دائرۃ المعارف دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مورخہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۶۳ء

قطعہ

اعلیحضرت مولانا ابو النصر قطب الدین شاہ سید محمد باقر قادری سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ
کے حضور میں :-

نیر برج شرافت گوہر درج خلوص — مہر گردونِ سیادت وارثِ قطبِ زماں
قبلہ قطب الدین شہ سید محمد باقر آج — رونقِ محفل ہیں اعلیحضرت عظمت نشاں

دار العلوم لطیفیہ سے خطاب :-

ہے شانِ ہند کہ فخرِ دکن لطیفیہ — دُرِ عدن ہے کہ لعلِ یمن لطیفیہ
مقامِ عظمتِ دَورِ کہن لطیفیہ — نشانِ منزلِ قطبِ زمن لطیفیہ
روِشِ روِش وہ نقوشِ جمالِ لم یزلی — قدم قدم وہ بہارِ چمن لطیفیہ
ہر اعتبار سے ممتاز ہے دو عالم میں — ہے فخرِ ملت و دین و وطن لطیفیہ
ہیں آستانے پہ لات و منات سر بسجود — ہے خاکِ در تری نخوت شکن لطیفیہ
جہاں کے سود و زیاں کی تجھے نہیں پروا — سدا تو حال میں اپنے مگن لطیفیہ
نہ تجھ پہ کچھ اثرِ کیف و کم زمانے کا — نہ تجھ میں شائبۂ ما و من لطیفیہ
بدل سکا نہ تجھے انقلابِ دوراں بھی — تو حادثوں میں بھی تھا نغمہ زن لطیفیہ
ڈرا سکا نہ زمانے کا منظرِ خونیں — نہ کھا سکا غمِ دار و رسن لطیفیہ
نہ شکوہ سنج ہوا جورِ پیشۂ گردوں کا — کہ سہہ گیا غم و رنج و محن لطیفیہ
کہاں نہیں ہے رواں تیرے فیض کا دریا — کہ تو ہے غیرتِ گنگ و جمن لطیفیہ
مدارس اور دبستاں ہیں اور بھی لیکن — ہیں سب شروح ترے تو متن لطیفیہ
ترا اصول ہے خلوت در انجمن دائم — ترا سلوک سفر در وطن لطیفیہ
خدا کے بعد محمد پھر اہلِ بیتِ کرام — اس امتیاز سے ہے ضوفگن لطیفیہ
زبانیں بند کروں نکتہ چیں حریفوں کی — دے یونہی دعوتِ فکر و سخن لطیفیہ

شمار حلقہ بگوشوں میں ہے کمالی کا،
ادھر بھی ایک دیا کی کرن لطیفیہ

نظرِ اوّلین

اداریہ

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو پلٹ دیا تھا
سُنا ہے میں نے یہ قدسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

دنیا میں انسان اپنے اندر دیکھتا ہے تو خواہشات کا ایک تلاطم نظر آتا ہے اور باہر جب حصول مقاصد پر نظر ڈالتا ہے تو امانیاں اور ناکامیاں جذبات سے بھی زیادہ نظر آتی ہیں۔ کبھی وہ کسی چیز کو حاصل کرنے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے مگر نہیں پاتا اور کبھی وہ پوری سعی بھی نہیں کرتا اور حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ حالت انسان کی انفرادی طور پر ہے اور مجموعی طور پر بھی یہی حالت ہے کیونکہ مجموعۂ انفراد ہی کا نام قوم ہے۔ اعمالِ انسانی کے نتائج کے اس اختلاف و تضاد پر نظر ڈالی جائے تو حقیقی قومی ترقی و کامیابی کا راز گم ہو جاتا ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ تاج و تخت لیکر حکومت کرنیوالی قومیں دنیا میں کامیاب ہیں یا کتوں کی طرح ان کی غلامی کی خاک پر لوٹنے والی۔ آج کی گفتگو میں قرآن حکیم کی روشنی میں اسی حقیقتِ گم گشتہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ فوز و خسران انسانی کا حقیقی معیار کیا ہے۔ جب ہم کائنات ہستی کی ہر چیز کو غور سے دیکھتے ہیں تو یہ رازِ سربستہ خود بخود کھل جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب دنیا کی ہر چیز ہر آن دے رہی ہے کہ فوز و خسرانِ انسانی کا حقیقی معیار کیا ہے؟ کان چاہیے کہ سنیں آنکھیں چاہیئے کہ دیکھیں اور دل چاہیئے کہ قبول کریں۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ صدائیں صرف لبوں کی حرکت ہی سے نہیں نکلا کرتیں بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک غیر متحرک لب اور خاموش چہرہ ان غوامض و اسرار کی تفصیل کر دیتا ہے جن کے لئے زبان کی حرکت اور حلق کی آواز بالکل گونگی ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائیگا کہ ہر چیز ایک مقصد کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ اس مقصد کے حصول میں وہ چیز اپنی زندگی بسر کرتی ہے اور اسی کے حصول میں فنا ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا مقصد خدمتِ انسانی قرار دیا ہے تو غور فرمائیں کہ حقیر سے حقیر شئی لے کر بلند سے بلند تک اس حکم کی تعمیل میں مستغرق ہیں۔ وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ خالقِ کائنات نے ہر ارضی و سماوی مخلوق کو انسان کا مطیع و منقاد بنا دیا۔ دنیا کی ہر چیز اس حقیقت کا اعلان کر رہی ہے۔ آپ سننا چاہیں تو سخت سے سخت اور مادی سے مادی اشیاء کی زبانیں بھی چپ نہیں ہیں۔ انکی خاموشی فصاحت گویائی کے اکثر دعووں کو شکست دے رہی ہیں۔ برخلاف اس کے انسان کو ملاحظہ فرمائیں جو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے لیکن نتائج کامیابی دیکھا جائے تو بعض ایسے بھی نکلیں گے جو اپنے مقصد حیات تک سے ناواقف ہیں اور واقفکاروں کو جادۂ عمل اس کے بالکل متفاوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں تا زیست اس کی حرص و آز کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی اور دنیا سے حرمان و یاس اپنے ساتھ لے جاتا ہے"۔ دنیا کی ہر چیز کے مقابلے میں جب انسانی اعمال کا نتیجہ خسران ہے تو قدرت کا وہ قانون جسے بقائے اصلح کہتے ہیں ہمیشہ جاری ہے اور تنازع للبقا کی جنگ میں ہر چیز میں بپا ہے۔ یہی اللہ کی تعمیل میں انسانی کشتی کو راستہ دینے والا پانی تھا جس نے قوم نوح

کو غرق کر دیا۔ ثم اغرقنا بعد الباقین۔ یہی آسمان و زمین نے جو ہمیشہ سے انسانی نسل کا مسکن چلے آتے ہیں قوم لوطؑ پر پتھر پھینکے اور ان کی بستی الٹ گئی۔ یہی ہر ذی روح کو زندگی بخشنے والی ہوائیں تھیں جو قوم عاد و ثمود کی ہلاکت کا باعث بنیں واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیہ۔ یہی باران رحمت دینے والے بادل تھے جو قوم شعیب کو جلا گئے۔ فاخذھم عذاب یوم الظلہ غرض جب سے دنیا قائم ہے تاریخ شاہد ہے، اور زمانہ گواہ ہے کہ انسان بمقابلہ ذی روح کے ہمیشہ مقصد میں ناکامیاب رہا۔ والعصر الخ۔۔۔

اسلام جو دنیا میں نور بصیرت کی پہلی آواز ہے انسانی فوز و خسران کا معیار فوز محض قرار دیتا ہے، بشرطیکہ انسان اپنی فطرت صالحہ و اصلیہ کو زنگ آلود نہ کرے۔ دنیا میں نہ ہر جماعت فائز ہے نہ خاسر بلکہ ایک خاص جماعت فائز ہے۔ جن کے اوصاف علیحدہ و خاص ہیں و باقی سب خاسر ہے۔

اوصاف مفلحین و فائزین

بحث مذکور سے بات واضح ہو گئی کہ جن لوگوں نے اپنی فطرت صالحہ کو عمل غیر صالحہ سے ضائع کر دیا اور فطرت اصلیہ کے نور پر برقرار رکھنے والی صفات کو کبھی ہاتھ نہ لگایا وہ درجۂ انسانیت میں ذلیل ہونے کے علاوہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے گر گئے۔ ایک معمولی جانور کو دیکھیے، زیادہ سے زیادہ انسان کے آگے جھکتا ہے کیونکہ وہ، اس سے اشرف ہے، لیکن وہ کبھی اپنے ہم جنس کو سجدہ نہیں کرتا۔ مگر انسان اپنے ہم جنس کے علاوہ غیر ذی روح کے سامنے غلامی کی خاک پر لوٹتا ہے اولئك كالانعام بل هم اضل اور جن لوگوں نے عمل صالحہ کو اختیار کرتے ہوئے نور فطرت کو قائم رکھتے ہوئے اسکو چمکایا وہ انسانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے الا الذین امنوا وعملوا الصلحت ان کے پہلے نتائج حقہ کی ایسی نعمتیں ہیں جو کبھی ختم نہ ہونگی۔ کیونکہ انہوں نے اپنے جملہ اعمال حیات کو قرآن کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ فلھم اجر غیر ممنون۔ وہ شجر طیبہ ہیں خیر البریہ ہیں، اصحاب الجنۃ ہیں، اس لیئے کامیاب ہیں اصحاب الجنۃ هم الفائزون ان کے لیئے یہاں بھی بہشت اور آخرت میں بھی فردوس بریں ہے۔ ایسوں ہی کے لیئے دو جنتیں ہیں ولمن خاف مقام ربه جنتن اور جو یہاں محروم ہوا وہ وہاں بھی محروم ہے۔ من كان في هذه اعمى فهو في الاخرة اعمى تاریخ گواہ ہے کہ فائزین نے اسی دنیا میں کیسے کیسے کام انجام دیئے، کلام الٰہی کی برکت اور کلمۂ لا اله الا الله کی قوت سے تمام دنیا میں پھیر سے اور سارے عالم پر چھا گئے۔ دس سال کی قلیل مدت میں وہ سب کچھ کر دکھایا جو دوسرے سینکڑوں برس میں انجام نہ دے سکے۔ قوم مسلم ہی تھا ہے، جو یورپ کے اندر فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئی اور ملت بیضا کے نور کو مشرق سے مغرب تک پھیلایا۔ علم و دانش کی روشنی عطا کی۔ ہر سو تاریکی کے وقت میں اس قوم نے مشعل علم و دانائی سے تاریکی کو دور کیا۔ حکمت یونان کو زندگی ہم نے دی۔ طب و فلسفہ و ہیئت کی تعلیم مشرق و مغرب کو ہم نے دی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو وہ وقت دور نہیں جب ہم اپنی کھوئی ہوئی وراثت کو پالیں۔

اضطراب و بیلور اور خدمت علم و دین

آج کا یہ دور جسے روشن ترین دور کہا جاتا ہے ہر ترقی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہو رہی ہے جس کا ہر عروج یوماً فیوماً زندگی، زلف پریشاں

کو سنوارنے کی بجائے الجھاتا ہی جارہا ہے اور انسان مطمئن ہونے
کی بجائے اسکی بیقراریاں و اضطراب جبکہ بڑھتی ہی جارہی ہیں
کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ جوہری توانائیاں دماغ کو سکون
دل کو چین عطا کردیں گے۔ ان مادوں کو روحانیتوں سے
کیا واسطہ۔ دو متضاد چیزوں کا اجتماع سبب سکون سمجھ میں نہیں
آتا۔ روح کا سکون اسی اصول میں مل سکتا ہے جہاں اسکے عروج
وارتقاء کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسائل زندگی کے ہرتانا کو سنوارا گیا
ہے۔ اسلام ہر زمانے میں اپنے ماننے والوں کی رہنمائی کرتا رہا ہے
اور ہر حال میں حیات دارین کے ایک ایک جزئیات کی عقدہ کشائی
فرماکر ان کو سکون قلب و روح عطا کرتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ دامن اسلام میں اپنی زندگی سنوارنے والے ہمدردان انسانیت
نے اعلائے کلمۃ الحق کیلئے مختلف مقامات پر جاکر آستانۂ الٰہی
سے کوسوں دور پڑی ہوئی مخلوق خدا کو جس کا ہر ہر لمحہ خیبت
و خسران کی تاریکیوں میں گزرتا تھا فوز و فلاح کی حقیقی راہ
بتائی اور فطرت صالحہ کے آئینے میں نور الٰہی کا مشاہدہ کرایا اور اس
کی قربت حاصل کی، قوت پرواز عطا کی۔ انہیں نفوس قدسیہ
میں سے خاندان اقطاب ویلور بھی ہے۔ جنھوں نے اس سرزمین،
میں آکر انہی حقیقتوں کو سمجھانے کیلئے اعلائے کلمۃ الحق کے بلند کرنے
میں اپنی متاع زندگی کے بھینٹ کی بھی پرواہ نہ کی۔ اگر پرواہ رہی
تو صرف یہی کہ انسان اپنے مقصد حیات کو سمجھنے اور فطرت صالحہ
کے آئینے میں نور الٰہی کا مشاہدہ کرنے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس خاندان
کی زرین تاریخ کے باب اول حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری
بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کے آفتاب نصف النہار حضرت
مولانا رکن الدین سید شاہ ابو الحسن قربی قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس دانائے رازنے سربستہ رموز زندگی کو لوگوں کے
سامنے کھول کر اسکی حقیقتوں سے آگاہ فرمایا اور تازیست
اس حقیقت کو سمجھاتا رہا۔ تین سو برس سے ابتک اس مقدس
خاندان کا ہر فرد اس حقیقت کو بتاتا رہا ہے، اور حقیقی فوز و
فلاح کے ساتھ مخلوق الٰہی کو آستانۂ الٰہی کی جانب بلاتا رہا
جو تحریر و تقریر سے ہر آن معیار فوز و فلاح اور اسکی حقیقت
کو سمجھاتا رہا۔ زمرۂ خیر البریہ و شجر طیبہ و اصحاب الجنہ میں شمولیت
کی خاطر ہزاروں مصائب و آلام سے مسکراتے ہوئے کھیلتا رہا۔
جسکا ایک ایک فرد اپنے سینوں میں نور الٰہی کی شمع فروزاں اور
نجات انسانیت کی سچی تڑپ کے ساتھ ہمیشہ قوم کی رہنمائی کرتا
رہا۔ تاریخ اور زمانہ گواہ ہے کہ ان آفتابان علم و عرفان نے ہر لحظہ
و ہر آن اہل عرب و عجم کو خسران کی تاریکیوں سے بچنے اور فطرت
صالحہ کے نور الٰہی کی جانب آنے کی دعوت دی۔ دار العلوم لطیفیہ
اپنی حقیقی شان و شوکت کے ساتھ اس دعوے کی بین برہان و
دلیل ہے جو ہمیشہ ہر زمانے میں ہونہار نونہالوں کی اپنے گود میں
بلند تربیت کرتا رہا ہے اور آج بھی اسی طرح کر رہا ہے جسکے ابر کرم
کے چھینٹوں نے انسان کو حیات نو عطا کی ہے اور آج بھی اپنی ماضی
کی تاریخ کو دہراتے ہوئے انہیں حقیقتوں کو لوگوں کے سامنے لانے
میں کوشاں ہے اور لا رہا ہے، جو ہر آن یہ اپنے عملی دعوے کی
اہل عالم کو دعوت فکر و نظر دے رہا ہے۔

آج کے اس پرآشوب دور میں جبکہ انسانی ذہنوں پر مغربی
عفریت کے جلوے چھا چکے ہیں قابل تحسین ہیں یہ مکان کی مقدس
و برتر شخصیتیں جن میں اسلاف کے وہی جذبے موجزن ہیں جسکے ذریعہ اسلام
ہمیشہ عروج پاتا رہا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

محمد طیب الدین اشرفی

رُوداد دارالعلوم لطیفیہ

دارالعلوم لطیفیہ صدیوں سے علمی و دینی خدمات انجام دے رہا ہے کسی اہل جنوب بلکہ اہل دکن کی نگاہوں سے مخفی نہیں ہمیشہ اس سے صاحب علم و عرفان نکلتے رہے ہیں، اور اب بھی اسکی سعی صادقہ میں یہی ارادے مخفی ہیں کہ روایات سابقہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے موجودہ دور کی خیرہ کن سائنٹفک ترقیات سے بھی طلبۃ العلوم کو روشناس کرائے۔ دارالعلوم ہٰذا کی ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے کہ یہاں کے ہر طالب العلم کی علمی و اخلاقی صلاحیت اتنی بلند ہو کہ وہ یہاں سے نکلنے کے بعد سماج و قوم اور ملک و ملت کے لئے ایک بہترین رہنما ثابت ہو اور انکی قیادت کا پورا پورا اہل بن سکے۔ معاشرے کے سدھار کی پوری اہلیت رکھے اور اسوۂ حسنہ کی جگمگاتی روشنی میں ملک و قوم کی صحیح رہنمائی کر سکے جس کے سینے میں قوم و ملت کا پورا پورا درد ہو۔ جو قوم کے اندر ترقی کا احساس و شعور پیدا کر دے۔

چنانچہ دارالعلوم ہٰذا کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے اور ہے کہ علمی تربیت کے ذریعے سے جسطرح اپنے طلبأ کی صلاحیتوں کو اُبھارنے کی سعی بلیغ کرتا رہا ہے اسی طرح ان کی عملی تربیت فرما کر ان کی عملی صلاحیت کو بھی اُجاگر کر کے اس مقام پر لانے کا خواہاں ہے، جہاں سے ہر طالب علم اپنی قوتِ عملیہ کو استعمال کر کے علم و عرفان سے مزین عقل و شعور کی روشنی میں زندگی کی صحیح راہ معین کر سکے اور قوم و ملت کا سچا خیر خواہ ثابت ہو۔

سامان تفریح دارالعلوم ہٰذا نے طلبائے دارالعلوم کے لئے کچھ سامان کھیل "والی بال۔ بیٹ منٹن۔ ٹینی کائٹ" وغیرہ کا اسکی شرعی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مہیا کر دیا ہے تاکہ اوقات درس سے فراغت کے بعد اپنی تھکی ماندی طبیعت بہلالیں اور اس طرح ان کی صحت بھی بحال رہے اور بیکار بازاروں میں گشت لگانے سے بھی محفوظ رہیں۔

امتحانات وانعامات ہر سال دارالعلوم کے اندر تین امتحانات، سہ ماہی ششماہی سالانہ ہوا کرتے ہیں۔ سہ ماہی و ششماہی امتحانات اساتذۂ دارالعلوم ہی لیا کرتے ہیں۔ اور سالانہ کے لئے باہر مقامات کے ممتحن ہوا کرتے ہیں۔ انہیں کے یہاں سے سوالات آتے ہیں اور جوابات کی کاپیاں بھی وہی حضرات جانچا کرتے ہیں۔ نیز شعبۂ حفظ کیلئے بھی باہر سے حافظ بلائے جاتے ہیں اور انہیں کے ذریعہ شعبۂ مذکور کا امتحان ہوتا ہے۔ اسی طرح اس سال بھی سالانہ امتحان کے لئے ممتحنین کی تعداد میں اضافہ کرتے ہوئے سوالاتِ امتحان باہر سے منگوائے گئے اور جوابات بھی انہیں حضرات کے پاس جانچنے کے لئے روانہ کئے گئے اور شعبۂ حفاظ کے لئے بھی ایک حافظِ قرآن

کی خدمت حاصل کی گئی۔ امتحانات کے بعد سالانہ جلاس کے موقعہ پر
مقابلہ کتب درسیات و تجوید و مقالہ نویسی و سپورٹس میں اول و دوم آنے
والے طلباء کو ان کی حوصلہ افزائی کیلئے مختلف انعامات سے نوازا گیا۔

سند تحصیل — دورۂ عالیہ میں فارغ ہونے والے طلباء جن کا
دورۂ احادیث مورخہ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ کو ختم ہوا اور
ان کے امتحانات بھی باہر کے علماء کرام نے لیا اور بحمدہ تعالیٰ نمایاں
طور پر کامیابی حاصل کی، اور سالانہ جلاس میں سند عالم عطا کی گئی۔

انجمن دائرۃ المعارف

انجمن دائرۃ المعارف کا قیام کئی سال ہوئے تعلیم خطابت کی غرض
سے وجود میں آیا اور انجمن مذکور اپنے دستور کے تحت برابر اپنے خدمات
انجام دے رہی ہے اس کی مسلسل کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ بچوں میں
تقریر کا بہت کچھ شعور پیدا ہوچکا ہے، فضل ربی سے یہ امید ہے، کہ
ضرور ہماری کوششوں کے بہتر نتائج عطا فرمائے گا

انجمن مذکور کا ہفتہ میں ایک جلاس جس میں دو نشستیں
ایک شب جمعہ، دوسری روز جمعہ ہوا کرتی ہے۔ ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ
مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۶۳ء کو اس سال بھی حسب دستور انجمن کے
افتتاحی سالانہ جلاس کے موقعہ پر اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر
قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ مدظلہ العالی سجادہ نشین
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے اپنے خطبۂ صدارت
کے اندر انعقاد جلاس کے اسباب کو بتلاتے ہوئے جامع طور پر
علم دین کی اہمیت پر روشنی ڈالا، پھر آنے والے معزز مہمانان فضل
العلماء حضرت مولانا الحاج سید عبد الوہاب صاحب بخاری ایم
اے۔ ایل۔ ٹی پرنسپل نیو کالج مدراس و علامہ شیخ احمد حسین صاحب
شرفادی ازہری مصری پرنسپل جمالیہ کالج مدراس و فضل العلماء
اور مولانا الحاج محمد عبد الباری معادی لیکچرار جمالیہ کالج مدراس (جن
کو طلباء دار العلوم سے خطاب کے لئے مدعو کیا گیا تھا) مختلف موضوع
پر بچوں سے خطاب فرمایا۔ مولانا سید عبد الوہاب صاحب بخاری
نے اسلام کی شان عالمگیری، اس کی وسعت نظری اور جامعیت پر
روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اسلام کا ہی صرف ایسا ایک ٹھوس اصولی
ہے، جو صحیح معنی میں انسانی زندگی کا ہر زمانے میں ساتھ دے سکتا
ہے اور اس کے مشکلات کو حل کرسکتا ہے۔ پھر علامہ شیخ حسین شرفادی ازہری
نے عربی زبان میں اپنے خاص ادیبانہ انداز میں تصوف اسلام پر روشنی
ڈالتے ہوئے فرمایا کہ انسان کی ہستی کیا ہے اور ایک صوفی کی حیثیت
کیا ہوتی ہے اور ماخذ تصوف کیا ہے، پھر مولانا عبد الباری صاحب معادی
نے اپنے نصیحانہ انداز میں بچوں سے خطاب فرماتے ہوئے دار العلوم
اور بزرگان مکان کی خدمت دین اور ان کی شخصیت پر روشنی ڈالی
آخر میں مولوی عبد السلام صاحب کمالی ویلوری نے اپنے مخصوص انداز
فکر میں دار العلوم سے متعلق سراسر حقیقت سے لبریز نظم پڑھی جس کے ایک
ایک شعر نے اہل محفل کے اندر ایک نئی روح پھونکدی۔ نظم مذکور رسالہ
کے اول صفحہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

امسال دائرۃ المعارف کی جانب سے کم و بیش ۴۷ جلاس ہوئے
جن میں چند مخصوص اور اہم قابل جلاس حسب ذیل ہیں۔ ۱۰ محرم الحرام
کو سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ اور
فلسفہ شہادت پر روشنی ڈالی، اور ۱۲ ربیع الاول شریف کو ایک مہتم
بالشان جشن سرور عالم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم منایا گیا جس میں
اساتذہ کرام اور طلبائے دار العلوم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت
زندگی پر جامع روشنی ڈالی اور ۱۱ ربیع الثانی کو سلطان العارفین
شیخ المشائخ غوث الاعظم حضرت سید شاہ عبد القادر جیلانی
رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی اور
دو تعزیتی خصوصی جلاس دو عظیم شخصیتوں کے سانحۂ ارتحال پر منعقد
ہوا، ایک مولانا شاہ محمد قاسم صاحب مرحوم جن کے حالات
زندگی سال گذشتہ بھی موضوع عندلیب گلشن لطیفیہ شائع
ہوچکے ہیں ۱۶ ربیع الثانی سے ان کی زندگی پر روشنی ڈالی گئی، اور
دوسرے حضرت مولانا سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

سابق ناظم دارالعلوم لطیفیہ کی سرپرستی میں ۳۰ ربیع الثانی کو رسم نوشینی ڈالی گئی۔ مذکورہ خصوصی جلسہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور کے زیر صدارت منعقد ہوئے۔

ایڈیٹوریل بورڈ کا قیام

دارالعلوم ہذا کے اندر انجمن مذکور کے علاوہ ایک ادبی دفتر کا وجود طلباء کے اندر تحریری صلاحیت پیدا کرنے کی غرض سے آیا۔ ہر سلسلہ دفتر مذکور سے رسالہ اللطیف ہی لئے نکالا کرتا ہے کہ بچے بہ مدد ذوق میدان تحریر میں آگے بڑھنے کی سعی بلیغ کریں۔ ادارۂ مذکور کی جانب سے جملہ طلبۃ العلوم کو موضوع دیا جاتا ہے جس کو بچے بہ قدر استعداد تیار کر کے ادارہ کے حوالہ کر دینے میں ادارہ مضامین کا انتخاب ادب و اد کے ساتھ ساتھ ان کے تخیلات کی پاکیزگی اور موضوع کے مناسب دلائل عقلیہ و نقلیہ کی ملحوظ رکھتے ہوئے کرتا ہے، ان خاص منتخبہ معیار پر جن بچے کے مضامین ہوتے ہیں ان کا لیا جاتا ہے اور جو اس لائق نہیں ہوتے تو ان کی خامیوں کو ان پر ظاہر کرتے ہوئے مزید کوشش کی تائید کی جاتی ہے، ان کی محنتوں اور اللہ کی رحمتوں سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان پر اپنے حبیب کے صدقے میں فضل فرمائے گا۔

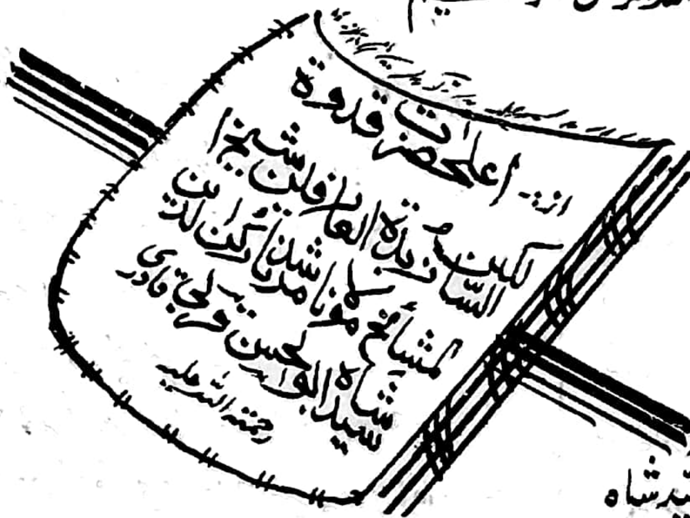
حفظانِ صحت

بچوں کی صحت کا دارالعلوم کے اندر خاص لحاظ رکھا جاتا ہے الحمد للہ تعالیٰ امسال طلبۃ العلوم کی صحت بھی معتدل رہی جو بچے موسمی اثرات سے متاثر ہوئے، فوری طور پر مہربان اطباء و ڈاکٹر کی جانب رجوع فرما کر ان کی صحت محفوظ رکھنے کی سعی کی جاتی رہی۔ ہم تہہ دل سے ان اطباء و ڈاکٹروں کے مشکور ہیں جنہوں نے ہمارے طلباء پر خاص نظر عنایت فرما کر فوری مؤثر تدبیر فرمائی ان کی ترقیوں کے لئے ہم ہمہ وقت دست بدعا ہیں۔

ایڈیٹران اخبار کی خدمت میں

ہم مدیران اخبار "پاسبان" "آزاد" "مسلمان" کے تہہ دل سے مشکور ہیں جنہوں نے فوراً ہمارے دارالعلوم کی مختلف کارروائیوں کی رپورٹ قبول فرما کر اس کی اشاعت فرمائی۔ نیز ہم جناب مولوی محمد عبدالمتین صاحب مالک اردو الکٹرک پریس بنگلور کے شکر گذار ہیں جنہوں نے ہماری چیزوں کو اشاعت میں مقدم رکھ کر ہمت افزائی فرمائی ہے در آخر میں ہم دست بدعا ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ کرم فرمائے اُن کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کو دن دونی رات چوگنی ترقیوں سے نواز دے آمین۔ ثم آمین!

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم



غزل

از عطیہ حضرت مولٰنا عماد الدین ابو صالح سید شاہ محمد ناصر صاحب قادری مدظلہ العالی المعروف بہ میراں شاہ صاحب

خلق میں دوست عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
پردہ پوش اس کا گمان تھا مجھے معلوم نہ تھا

پیوہو جیوہو را ایک گمان جانی سون
بو گمان آفت جان تھا مجھے معلوم نہ تھا

بی نشان سون نشامند کیا اسکو
عشق بی نام و نشان تھا مجھے معلوم نہ تھا

عمر اوراق پھرائیں گنوایا ساری
علم نکتے میں بیان تھا مجھے معلوم نہ تھا

زلف ہٹنے میں دسیا مہ کا نور خسارہ
شب میں خورشید نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

گل و گلزار کا گلگشت عبث تھا قربی
مکہ کعبہ بجان تھا مجھے معلوم نہ تھا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



از عالیجناب مولانا ابو الحسن
صدر الدین سید شاہ محمد
ظاہر صاحب قادری بی اے
(ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت
قطب ویلور قدس سرہ)

الحمدللہ، تمام حمد و ثنا اس خدائے قدوس کیلئے ہے جس نے آدم و حوا کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرما دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ تمام نعمتیں اسی کی عطا کردہ ہیں۔ اسی کی قدرت کے کرشمے بے حد و بے انتہا ہیں جس کے احاطہ سے انسانی عقل قاصر ہے۔ چند واقعات و نصائح صالحین و مقبولین بارگاہ الٰہی کے استفادۂ ناظرین "اللطیف" کی غرض سے پیش ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ میرے خلیل ابراہیم سے ملکر آؤ۔ تعمیل حکم کی خاطر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور فوراً ہی واپس ہوکر عرض کیا۔ یارب العزت یہ تو بہت مال و دولت رکھتے ہیں پھر یہ تیرے دوست کیسے ہوئے؟ حکم ہوا کہ جاؤ پھر تم ان سے ملکر آؤ۔ جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آتے ہیں اور ابراہیم خلیل اللہ سے ایک سائل کی طرح سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک اونٹ دیجئے۔ ابراہیم خلیل اللہ، "اللہ" کا نام سن کر پھر دوبارہ اس نام کو سننے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے وہی سوال کیا کہ اللہ کے واسطے ایک اونٹ دیجئے۔ اس نام کی لذت میں سرشار ہوکر پھر دوبارہ کہنے کی درخواست کی تو پھر جبرئیل امین نے وہی سوال دہرایا۔ آپ اس لذت بھرے نام کو سن کر تڑپ اٹھتے ہیں اور اپنے تمام اونٹوں کو اس پاک نام کے عوض پیش کردیتے ہیں۔ جب جبرئیل علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم میرے دوست ابراہیم سے ملے؟ جواب میں انہوں نے پورا حال سنایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ہر چیز پر قادر ہوں اور میں ہی بہتر جانتا ہوں۔

سرکار غوث پاکؓ اپنی تصنیف لطیف "غنیۃ الطالبین" میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں پوشیدہ رکھا ہے، اپنے برگزیدہ بندوں کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے، شب قدر کو ماہ رمضان میں پوشیدہ رکھا ہے۔ طاعت اور عبادت بندگان میں اپنی رضامندی کو پوشیدہ رکھا ہے۔ گناہوں پر اپنے غضب و غصہ کو پوشیدہ رکھا ہے اور وسط کی نماز کو اور نمازوں سے پوشیدہ رکھا ہے۔

ناظرین "اللطیف" کے مزید معلومات و دلچسپی کیلئے ایک فیصلہ خداوندی جس کے بارے میں قرآن خود ناطق ہے، پیش کیا جا رہا ہے۔

ایک روز خلیفہ ہارون رشید اپنی بیوی زبیدہ سے گفتگو کر رہا تھا اسی اثنا میں بحث و تکرار میں زبیدہ کی زبان سے نکل گیا کہ اے دوزخی! اس جملہ کو سنتے ہی ہارون رشید نے کہا کہ اگر میں دوزخی ہوں تو تجھے طلاق ہے۔ خلیفہ نے فوراً اپنی بیوی سے پردہ کیا اور علماء کو جمع کرکے اس بارے میں ان کا متفقہ فیصلہ و فتوی طلب کیا۔ تمام علماء بحث و غور و خوض کے بعد کوئی فیصلہ دینے سے قاصر رہے اور یہ کہا کہ اللہ ہی کو

علم ہے تو ایک نوجوان عالم ان ہی میں سے اٹھے اور کہا کہ اس معاملہ کا حل میں کرتا ہوں، پورے دربار کی نظر اس نوجوان پر لگی رہیں خلیفۂ وقت نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا، نوجوان عالم نے کہا کہ آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھ کو آپ کی ضرورت ہے۔ ہارون رشید نے کہا، مجھ کو آپ کی ضرورت ہے۔ یہ سُن کر اس نے کہا کہ آپ تخت سے نیچے اُتر کر آئیے: کیوں کہ علماء کا رتبہ بلند تر ہے خلیفہ تخت سے نیچے اُتر آیا اور آپ تخت پر جلوہ گر ہوتے ہیں، یہ نوجوان عالم حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ تھے اور اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی تھی۔ تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہی آپ نے خلیفہ سے سوال کیا کہ کبھی تم کسی گناہ سے باوجود اس کی قدرت رکھتے کہ خدا کے خوف سے اس کے کرنے سے باز بھی رہے ہو؟ ہارون رشید نے کہا کہ ہاں! خدا کی قسم میں باوجود قدرت رکھنے کے خدا کے خوف کے سبب سے کرنے سے باز رہا۔ یہ سن کر حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں فتویٰ دیتا ہوں وہ وہ فیصلہ جو فیصلہ خداوندی ہے سناتا ہوں کہ خلیفہ اہل بہشت سے ہے اور اس دلیل میں قرآنی آیت پیش فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى

یعنی جس شخص نے کہ گناہ کا فیصلہ کیا اور پھر خدا کے خوف سے اس سے باز رہا، بس تحقیق اس کا بہشت ٹھکانہ ہے! سب علماء اس فیصلہ پر انگشت بدندان رہے (انوار الاذکیا) اللہ کے محبوب بندے کے قلوب کتنے یقین محکم ہوتے ہیں۔ اور ان کو اپنے رب پر کتنا کامل بھروسہ ہوتا ہے اس کا اندازہ واقعۂ ذیل سے لگائیے۔ کہ سرکار غوث پاک حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ایک روز اپنی خانقاہ میں تشریف فرما تھے اس وقت بہت سے لوگ آپ کی مجلس میں شریک تھے کسی نے آ کر کہا کہ یا حضرت! آپ کا جہاز جو مال سے لدا ہوا آرہا تھا، سمندر میں غرق ہو گیا آپ نے اپنے چہرۂ مبارک کو دل کی طرف جھکایا اور پھر اوپر اٹھا کر کہا کہ الحمدللہ۔ تھوڑی دیر گزرنے نہ پائی تھی کہ کسی اور شخص نے آ کر اطلاع دی کہ یا حضرت! ۔ آپ کا جہاز سمندر سے سلامتی سے آرہا ہے۔ اس خبر کو سن کر آپ نے اپنے سر مبارک کو پھر دل کی طرف جھکایا اور اٹھا کر کہا کہ الحمدللہ۔ ارباب مجلس نے دریافت کیا کہ یا حضرت! دو مرتبہ الحمدللہ کہنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے دل کو ان دونوں حالتوں میں اللہ کی طرف مطمئن پایا، جہاز کے غرق ہونے سے نقصانات کی کیفیت سے دل پر رنج و ملال کا کوئی اثر نہ پایا اور نہ ہی جہاز کی بہ حفاظت سلامت آنے کی خوشخبری سے اپنے دل پر خوشی کے کوئی آثار پایا۔ اپنے دل کو پرسکون و مطمئن پانے کی وجہ سے اللہ کا شکر بجا لایا۔ ایک مومن کے اخلاق کیا ہونے چاہئیں اور اس کے کردار کیسے ہوں، اس کا اندازہ حضرت شہ کونین حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ملاحظہ فرمائیے کہ ایک روز آپ نے اپنے صحابی حضرت معاذؓ سے فرمایا کہ اے معاذؓ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا، قرآن کریم کو اچھی طرح سمجھ کر پڑھنا سلام کی کثرت رکھنا، سچ بولنا، وعدہ وفا کرنا، کبھی امانت میں خیانت نہ کرنا۔ اے معاذؓ تم کو ان باتوں کی ممانعت کرتا ہوں کسی دانشمند کو کبھی گالی نہ دینا، امام عادل کو کبھی نافرمانی نہ کرنا ملک میں کبھی فساد نہ پھیلانا، جو گناہ مخفی ہو اس کی توبہ مخفی کرنا اور جو گناہ علانیہ سرزد ہو جائے اس کی توبہ علانیہ کرنا اور یاد رکھو کہ بندگان خدا میں ایسا ہی ادب ہوا کرتا ہے! دعا ہے کہ بندوں کو مکارم اخلاق، اور محاسن آداب کی طرف لاتا ہے۔ یا خدا! ناظرین "اللطیف" دیگر مسلمانوں کو ان مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ کریمانہ ہیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین ۔ ثم آمین!

الذكر والقرآن



قال الله تعالی فاذکرونی اذکرکم. عن ابی هریرۃ قال صلی الله علیه وسلم یا اباهریرۃ تعلم القرآن وعلمه الناس ولا تزال کذالك حتی یاتینك الموت فان اتاك الموت وانت کذالك زارت الملائکة قبرك کما یزار بیت العتیق

اخوانی. وقد علم من الحدیث ان البیت الحرام جعلت مزار اهل الاسلام وتربة المؤمن الحافظ القرآن مزار الملائکة الکرام. لان الکعبة هی بناء الخلیل وقلب المؤمن الحافظ للقرآن هو منظر رب الانام. والکعبة تهدم قرب القیمة مشکوۃ دارمی. ان غلاما حبشیا یهدم الکعبة قرب القیمة ویرمی حجرا.

حجرا الی البحر. والقرآن یرفع الی السماء ومهدم الکعبة غلام حبشی ورافع القرآن رئیس الملائکة جبرئیل علیه السلام وایضا حرز الکعبة طیورا ابابیل والقرآن حفظه رب جلیل کما قال تعالی. انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون:

فای فرق بین الابابیل وبین الرب تعالی هو الفرق بین القرآن وبین کعبة الخلیل علیه السلام. فلهذا جعل البیت الحرام مزار اهل الاسلام. وتربة المؤمن الحافظ للقرآن مزار الملائکة الکرام داعی القرآن احب الی الله من السموات والارض ومن فیهن فای بیت یتلی فیه القرآن فکانه یوعظ فیه سید الانام وای شخص یسمع القرآن فکانه یستمع وعظ سید الکائنات وای شخص یتلو القرآن فکانه یکلم مع الرب الجلیل.

الحمد لله بسعی اعلحضرت مهتمم مدرستنا دار العلوم واخیه ناظم دار العلوم یتلو الطلاب القرآن فی دار العلوم کل یوم صباحا ویستمعون طال الله عمرها وتشکر سعیهما. کنز العمال ان حملة القرآن فی ظل الله یوم لا ظل الا ظله مع انبیائه واصفیائه فاهل القرآن هم فی الدنیا مع القرآن وفی الآخرۃ مع الانبیاء والاصفیاء فی ظل عرش الرحمن وسائر الناس یحترقون فی حر الشمس[عه] یوم القیمة حر عشر سنین ثم تدنی من جماجم الناس اخوانی ان الشمس تعطی یوم القیمة حر عشر سنین فی دار الدنیا وتدنی من رؤس الخلائق ولا سحاب ولا بیوت ولا ظل ولا لباس علی الابدان فیها ارض منبسط لا عوج ولا امتا ولکن الله یعطی اصحاب القرآن فی ذالك الیوم ظلا

[عه] ترغیب منذری عن سلیمان قال الحطو الشمس

باردا بقدرته ورحمته اخوانى. انّ هذه القدرة
الالهية والرحمة الغير المتناهية قد ظهرت
برفعات فى مواضع شيئ فى دار الدنيا. معالم
الذين نعما انزل الله الطوفان الى قوم نوح
عليه السلام فارتفع الماء على الارض وامتلاء
حتى من ذروة الجبال المرتفعه الى اربعين
ذراعا قال الله تع فى القرآن المجيد ففتحنا ابواب
السماء بماء منهمر وفجرنا الارض عيونا فا
لتقى الماء على امر قد قدر وحملناه على ذات
الواح ودسر وكانت عجوزة ضعيفة معمرة
فى قوم نوح عليه السلام. قد آمنت به عليه ا
لسلام فنسي نبى الله نوح عليه السلام. ان
يدخلها فى السفينة حين خروج الطوفان
فاذا زاد الماء وتجاوز عن الحد فركب نبى الله
نوح عليه السلام ومن آمن معه فى السفينة.
فنجوا وان الله قد انجى تلك العجوزة من
غير سفينة وجلست فى بيتها ولم تقطر قطرة
من الماء فى بيتها. ثم لما غاض الماء نزل
نبى الله نوح عليه السلام ومن معه من السفينة
تذكر العجوزة فحزن عليها حزنا كبيرا لانه
وظن ان العجوزة قد ماتت ولكن فتش حالها
واتى الى منزلها فرائ ان البيت قائمة لم
تدخل فيها قطرة من الماء. فاذا رات العجوزة
نبى الله نوح عليه السلام قالت يا نوح لعلّك
اتيت ان تخبر لى خبر الطوفان فاخبر لى متى
يكون فضحك نبى الله نوح عليه السلام و
قال يا امة الله ان الطوفان قد خرج ومكث
ستة اشهر واغرق واهلك اهل الدنياء
كلها ثم رفع وانت لا تدرى امر الطوفان
فقلت يا نبى الله لا ادرى امر الطوفان وانا
انتظر يا نبى الله ظننت انك اتيت لتحملنى
فى السفينة لعل الطوفان يخرج فقال نبى الله
نوح ع م. ان الله قد جعل بيتك سفينة لنجا
تك وسفينة نوح نجاة للناس وقد نجاك
فى سفينة بيتوم اخوانى هذه نمونة
بدقيقته وقد غرق وهلك كل كافر فى ا
لماء وهدم كل بناء وحصون مستحكمات
واستاصلت الاشجار العظيمة ولكن
قامت عرايش تلك العجوزة سالمة وماتت ا
لفيلان والافراس وكل اقوياء من المخلوقات
ولكن بقيت تلك المرأة الضعيفة بالسلامة
فهذه نمونة القيمة وآية قدرته تع. قال الله
تع فى كلامه المجيد. لا عاصم اليوم من امر
الله الا من رحم يعنى لا ينجوا من هذا الطوفان
الا من انجاه الله فبعضهم انجاه فى السفينة
وبعضهم انجاه فى بيته وكذالك يحترق.
بعض الناس فى حر الشمس يوم القيمة وبعضهم
يكون فى ظل رحمة تع

تمت

تصورِ مافوق البشر

از: مولانا محمد طیب ایڈیٹر
اشرفی مونگیری مدرس دارالعلوم لطیفیه

تو چشم عکسی و او نور دید!
بدیده دیده را دیده دیده
جهان انسان شد انسان جهانے
ازیں پاکیزه تر نبود بیانے

ما تصور وجود خویش کنیم و یقین واثق داریم که وجود ما هست که در آن هیچ ریب نیست. فلسفی قدیم ڈیکارٹ بر وجود انسان بحث کرده می گوید که من با خود غور و فکر کنیم لهذا موجود ام، و کارل مارکس می گوید که موجود ام لهذا غور و فکر می کنم. قول ڈیکارٹ از قول مارکس نیز منقوض می شود زیرا که به اعتبار قول ڈیکارٹ رویت و فکر را برائے وجود ما علت است که اگر تو فکر نمی کنیم وجود ما نیست حالانکه کلیه مذکور خلاف اصل و بداهت است که هیچ اهل دانا و بینا تو بجهه آن را قبول نه کنند. شخصے می گوید که در حقیقت وجود ما نیست بلکه در پردهٔ بشریت جلوهٔ کسی ست و بعضے گفته اند ؎

اگر گوئی که من وهم و گمان است
نمودش چون نمود این و آن است
بگو من که دارائے گمان کیست
یکے در خود نگر آن بے نشان کیست —

در حقیقت قابل غور و فکر مسئله این است که تصور مافوق البشر چیست و وجود مافوق البشر در دنیا هست یا نه، نیٹشے فرموده که فوق البشر شکل ارتقائ انسانی است و گفته که فوق البشر یک برق است که از ابر سیاه برآمده و آن معنی کائنات است که فهمیدن او از استعداد عام انسان خارج است و نظریه ڈارون نیز ازین نوع است، یک فلسفی مجذوب قدیم ز ایران منکر دیوجانس کلبی نیز جستجوئے فوق البشر کرد لیکن آن را درین عالم نه توان یافت بلکه یک واقعه مشهور متعلق آن فلسفی مجذوب بیان کرده شود که او یکبار در روز روشن چراغ گرفته در بازار در طلب چیزے دیده شد کسے از آن سوال کرد که تو در ضیاء خور چراغ گرفته چه می جوئی. گفت انسان را می جوئیم. شخص آن گفت که تو در روشنی آفتاب او را نتوان دید فلسفی جواب داد که در روشنی آفتاب نیز مرا انسان نظر نیاید. وجه جستجوئے او فقط این بود که فوق البشر یعنی انسان کامل درین عالم موجود است یا نه. ڈاکٹر اقبال رح می گوید که انسان خدا است است و او انانیت خود را در ذات حق فنا کردن مقصد حیات تصور می کند. اخلاق او بلندترین و اعلیٰ ترین و پیکر رحم و کرم و عدل و انصاف است. حیات او برائے نوع انسانی رحمت یزدان و او داعی عالم پیغام خیر و بشری ہ حضرت ابن عربی رحمة الله علیه می فرمایند که انسان مظهر مکمل ترین صفات الٰهیه است و محض در ذات انسان بذریعه و صفات و کمالات ظاهر می شوند، فقط او صاف اعلیٰ ترین در وست که معرفت ذات رب تعالیٰ بدرجه اتم حاصل می توان کرد. به مقابل انسان علم جمله موجودات نامکمل و ناقص اند، حتیٰ که علوم ملائک در متعلق ذات حق نامکمل و ناقص اند، انسان نه محض نائب حق است بلکه عکس

ذات حق است ، نیز مقام دیگر علامہ اقبالؒ در تعلقات انسان از کائنات چیست بحث کردہ می نگارد کہ انسان روح کائنات و شاہکار تخلیق ایزد تعالیٰ و افضل ترین از اشیاء کائنات است چہ ما سوائے او ہیچ اشیاء عالم حامل جملہ صفات الٰہیہ نیست ، منجانب اللہ تعالیٰ در وجود انسانی لامحدود پُر اسرار قوت روحانی و دماغی و جسمانی ودیعت کردہ اند کہ اگر ملاحظہ آں ہا کردہ شود پس معلوم باشد کہ بحرِ ذخار در یک قطرہ آب محفوظ کردہ شد کہ بذریعہ این قوت پُر اسرار تسخیر جہان رنگ و بو می تواں کرد ؎

می کند از قوت خود بہ شکار ∴ روزگار نو کہ باشد سازگار ∴ ہر کہ در آفاق گردد بوتراب ∴ باز گرداند ز مغرب آفتاب

تسخیر کائنات کردن و بران قیام حکومت الٰہیہ انسان را فرضِ عین است کہ ازین وجہ او را نیابت الٰہیہ عطاء کردہ شدہ است و تسخیر عالم رنگ و بو از مناصب انسان ، منصب و عین است ، آں طائر لاہوتی کہ منزل او از چرخ نیلی فام برے است او از قبائح فطری خویش بے سر و بیکار می ماند . پیکر گل او از مستی عشق تابناک و نغمۂ الٰہی در رگ و پے او سرایت کردہ و ایمان و یقین کامل در شب تاریک حیات او داؤدیہ پُر ہول مشعلِ راہ می سازد کہ از معاونت آں از ہر زیر و بم می گذرد و مراحل آتش و صلیب و دار طے می کند او برائے ہر فرعون ، موسیٰ و ہر یزید حسین است . او سوائے قوت ایزد تعالیٰ پیش قوت دیگراں زنہار سرنگوں نہ شود و جسم فولادی او قلب نرم و نازک و در ذات او عنصر جلال و جمال پہلو بہ پہلو شوند ؎

پیکر نوری نہاد بندۂ مولیٰ صفات ∴ ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز ∴ اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل ∴ اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو ∴ رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

او در کشمکش حیات از ہر قوت مخالف می ستیزد لیکن ہر عمل او خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ باشد چراکہ او داند کہ ؎

ہر کہ خنجر بہر غیر اللہ کشید ∴ تیغ او در سینۂ او آرمید

او نجات دہندۂ بنی نوع انسان و مسیحائے زمان و تقدیر یزداں است چشم او چشم رب و کلام او کلام رب و دست او دست رب تعالیٰ است

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ ∴ غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

حضرت عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ در کتاب خود الانسان الکامل بر حقیقت انسان بحث کردہ می فرمایند کہ وجود انسان بذاتہ یک کائنات است کہ در وجود ذات خداوندی و کائنات مادی نمایاں ہستند و او ہر دو را حلقۂ متصلہ زنجیر است . حضرت جیلی و ابن العربی ہر دو حضرات می فرمایند کہ انسان علتِ تخلیق کائنات است و حضرت ابن العربی نیز می طرازند کہ انسان سرپرست و نگہبان موجودات عالم است چہ اگر علت منعدم گردد ، پس معلول نیز خود بہ خود فنا پذیر . و جملہ قوت کائنات در زیر فرمان وست کہ الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السمٰوات وما فی الارض اسبغ علیکم نعمہٗ ظاہرۃ وباطنۃ . نیز حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ خصوصیات انسان کامل بیان کردہ می نگارند کہ ماہیت انسان کامل مماثل از ماہیت ایزدی است و ارواح او مماثل از روح کائنات است و جسم او مماثل از کائنات مادی است (العرش) علم او تصویر عکس ایزد تعالیٰ و دل او مطابقت کلی کعبۂ قدرتی و عقل متشکل او دارد (البیت المعمور) و قوت او مانند قوت ملائے اعلیٰ اند نزد او شخصیت آں حضرت سرور کائنات سردار دو جہاں حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ و صحابہ وسلم مثال اعلیٰ ترین انسانِ کامل است

اسلام میں مال و دولت کی حیثیت

— از —

مولانا سید حمید اشرف صاحب کچھوچھوی
مدرس دار العلوم لطیفیہ
(مکان حضرت قطب ویلور)

مال و دولت، کسب معاش، مال کے جمع و خرچ کرنے کے بارے میں اسلام کا نظریہ کیا ہے، اس مسئلہ میں قرآنی آیات و احادیث کی روشنی میں گفتگو کی جائے گی۔ اگرچہ مسئلہ کی نوعیت واضح کرنے کیلئے قرآن کریم کی دو ایک آیت یا دو ایک حدیث کافی تھی، مگر اس خیال سے کہ مختلف پہلو سے اس مسئلہ پر نظر کی جائے۔ مختلف احادیث مختلف ابواب سے جمع کی گئی ہیں تاکہ پوری بصیرت کے ساتھ رائے قائم کی جائے۔

احادیث کی بجنسہ و تمامہ عبارت نقل کرنے کا التزام نہیں کیا گیا بلکہ ترجمہ و مطلب ہی کی وضاحت پر اکتفا کیا گیا ہے تاکہ مضمون زیادہ طویل نہ ہو اور ناظرین کے طول ملال اور انتشار ذہن کا سبب نہ ہو۔

اسلام میں مال و دولت جمع کرنا کیسا ہے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ «والذین یکنزون الذهب والفضة الخ» نازل ہوئی تو مسلمانوں پر شاق گذری (سمجھے کہ سونے چاندی کا جمع کرنا حرام ہے پھر تو بہت دقت کا سامنا ہوگا) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم سے اس مصیبت کو دور کر دوں گا۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی۔ یا رسول اللہ! یہ آیت حضور کے اصحاب پر گراں معلوم ہوئی۔ فقال ان الله لم یفرض الزکوٰة الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض المواریث وذکر کلمة .. لتکون لمن بعدکم فکبر عمر.

آپ نے فرمایا کہ اللہ نے زکوٰۃ تو اس لئے فرض کی ہے کہ تمہارے باقی مال کو پاک کر دے اور میراث اس لئے فرض کیے کہ تمہارے بعد والوں کے لئے ہو (اگر مطلقاً مال جمع کرنا حرام ہوتا تو زکوٰۃ کس چیز پر واجب ہوتی اور میراث کس چیز میں جاری ہوتی، ہاں جمع کرنا اس وقت حرام ہے کہ جب زکوٰۃ نہ دے) اس پر فاروق اعظم نے تکبیر کہی۔ (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں مطلقاً مال و دولت جمع کرنا حرام یا ممنوع نہیں۔

(۲)۔ حضرت مقدام بن معدیکرب جو صحابی ہیں ان کی ایک باندی تھی، جو ان کے جانوروں کا دودھ بیچا کرتی تھی اور حضرت مقدام اس کی قیمت لیا کرتے تھے۔ کسی نے ازراہ تعجب کہا کہ کیا آپ دودھ بیچ کر اس کی قیمت لیتے ہیں، ان کا مطلب یہ تھا کہ دودھ تو ہدیہ و صدقہ کرنے کی چیز ہے اپنے اعیال متعلقین پر خرچ کرنے کی چیز ہے، اس کو فروخت کر کے قیمت لینا آپ کے شایان شان نہیں۔

تو حضرت مقدام نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا کرتا ہوں، مجھے اس کی ضرورت ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے میں نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ سونے چاندی کے سوا کوئی چیز ان کو نفع نہ دے گی اور یہی دینار و درہم ان کو حرام میں واقع ہونے اور لوگوں کے اموال میں طمع کرنے سے بچائے گا۔

صدقات میں ہے کہ یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب لوگوں میں ہر قسم کی خرابیاں، بخل وحرص وغیرہ پیدا ہوجائیں گی اور شرافت وفضیلت کا معیار تقویٰ اور فضل وکمال کے بجائے صرف دولت ومال بن جائے گا۔ (امام احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک مقصد کیلئے مال جمع کر سکتے ہیں

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں فقرائے مہاجرین آئے اور کہا کہ دولت وثروت والے لوگ ہم سے بازی لے گئے یعنی جنت اور اس کے عالی درجات انہیں کو ملیں گے۔ آپ نے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نماز، روزہ جس طرح ہم ادا کرتے ہیں، وہ بھی کرتے ہیں لہٰذا عبادات بدنیہ میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہیں، البتہ عبادات مالیہ میں وہ ممتاز اور مخصوص ہیں کہ صدقات وزکوٰۃ وغیرہ سب وہی کرتے ہیں ہم نہیں کر پاتے۔ تو آپ نے ان کو ۳۳ بار ۳۳ بار ہر نماز کے بعد سبحان اللہ۔ الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھنے کی تعلیم دی اور فرمایا کہ تم اس وظیفہ کی برکت سے ان لوگوں کے درجہ کو پالو گے جو تم سے سبقت لے گئے ہیں، کچھ دن کے بعد پھر فقراء مہاجرین آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمارے دولت مند بھائیوں نے بھی اس وظیفہ پر عمل شروع کردیا، لہٰذا پھر جیت کا میدان انہیں کے ہاتھ رہا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

یعنی اغنیاء کا تمہارے اوپر سبقت لیجانا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے لہٰذا اب تمہیں اس کی قسمت پر راضی رہنا چاہئے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے غنی کا فقیر سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے جبکہ اعمال دونوں کے برابر ہوں۔

۴۔ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاد الفقر ان یکون کفرا وکاد الحسد ان یغلب القدر (بیہقی)

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ قریب ہے کہ فقر مفضی الی الکفر ہوجائے اس لئے کہ فقر کی تکالیف وشدائد: محارم ومعاصی کے ارتکاب کا باعث ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ سخت مصیبت کی حالت میں وہ کفر کے ارتکاب پر بھی آمادہ ہوجائے: نیز غلبۂ فقر اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور ناراضی کا سبب ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان رضا بالقضا اور ایمان کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔

جس طرح فقر کے منجر بکفر ہونے کا اندیشہ ہے، اسی طرح غلبۂ غنا بھی عتو وطغیان کی وجہ سے معاصی کا سبب ہے اس لئے توسط کفاف اور درمیانی حالت، فقر وغنا دونوں سے افضل ہے۔

اشعۃ اللمعات

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بقدر کفایت وبقدر ضرورت غنا کا ہونا بہتر ہے۔

۵۔ عن ابی ھریرۃ وحکیم ابن حزام قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الصدقۃ ما کان عن ظھر غنی وابدا بمن تعول (بخاری)

فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہترین صدقہ وہ ہے کہ غنا کو باقی رکھ کر کیا جائے یعنی اہل وعیال کی ضروریات کے مطابق رکھ لے اس کے بعد زائد کو صدقہ کرے اور انفاق میں ابتدا ان لوگوں سے کرو جو تمہاری پرورش میں ہیں، تحقیق یہ ہے کہ اگر توکل کامل اور قوی ہو، تو جو چاہے، خرچ کرسکتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ظاہر ہے اور اگر اتنا قوی اور کامل نہ ہو تو اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو مقدم رکھے اور ان سے جو بچے اسے صدقہ کرسکتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ صدقہ کرتے وقت بھی اہل وعیال کی رعایت ضروری ہے ان کی ضرورت کے مطابق باقی رکھے، پھر زائد کو خرچ کرے

۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب میں بیماری کی وجہ سے قریب المرگ ہوگیا تو رسول مقبول حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا

یارسول اللہؐ! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور میرے دوی الفروض ورثاء میں سوائے میری لڑکی کے اور کوئی نہیں ہے تو کیا میں اپنے سب مال کی وصیت کردوں، آپؐ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا، نصف مال کی آپؐ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا، تہائی مال کی، تو آپؐ نے فرمایا تہائی مال کی وصیت کرسکتے ہو، حالاں کہ یہ تہائی بھی زیادہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا: - انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالۃ یتکففون الناس وانک لن تنفق نفقۃ تبتغی بہا وجہ اللہ الا اجرت بہا حتی اللقمۃ ترفعہا الی فی امرأتک

کہ تم اپنے ورثاء کو غنا کی حالت میں چھوڑو، یہ بہتر ہے، اس بات سے کہ تم انہیں محتاجی کی حالت میں چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلائیں اور بیشک تم جو چیز بھی اللہ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کروگے تو تمہیں اس کا ثواب دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ لقمہ کہ جسے تم اپنی بیوی کے منہ میں اٹھا کر رکھو۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہ نسبت دوسروں کے اہل و عیال پر خرچ کرنے کا ثواب زیادہ ہے اور یہ کہ دنیا کا کام بھی اگر نیک نیتی اور حصول رضائے الٰہی کیلئے کیا جائے تو وہ دین کا کام ہو جاتا ہے، بشرطیکہ وہ دنیا کا کام ممنوع یا حرام نہ ہو۔

۷۔ وعن سفیان قال کان المال فیما مضی یکرہ فاما الیوم فھو ترس المؤمن قال لولا ھذہ الد نانیر تمندل بنا ھؤلاء الملوک، من کان فی یدہ شیء فلیصلحہ فانہ زمان ان احتاج کان اول من یبذل دینہ، وقال الحلال لا یحتمل السرف۔

شرح السنہ

سفیان ثوری نے کہا کہ مال گذشتہ زمانے میں مکروہ اور ناپسند کیا جاتا ہے، اس لئے کہ زہد و قناعت اس زمانہ کے لوگوں کا شعار تھا لیکن اب اس زمانہ میں کہ جب زہد و قناعت کا داعیہ سست پڑ گیا ہے، حاجتیں اور ضروری ضرورتیں غالب آگئی ہیں، تحصیل رزق کے لئے اغنیاء کے دروازے پر جا کر ذلت و خواری اٹھانی پڑتی ہے، تو مال مسلمانوں کے لئے سپر اور ڈھال ہے کہ اس کے سبب سے حوادث اور مصائب کے تیروں کے آزار سے وہ امان میں رہتا ہے اور امراء و سلاطین کے دروازوں پر جانے سے وہ مستغنی رہتا ہے۔

سفیان ثوری نے کہا اگر یہ درہم و دینار نہ ہوتا تو البتہ یہ دنیا دار لوگ ہم کو ذلیل و خوار سمجھتے، انہوں نے کہا کہ جس شخص کے پاس ان اموال میں سے کچھ ہو تو چاہئے کہ اس کی اصلاح کرے، ترتیب دے، اور بڑھا دے، اس لئے کہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر وہ محتاج ہوگا تو وہ سب سے پہلے دین کو دنیا کے بدلہ ہاتھ سے دیدے گا۔

سفیان نے کہا کہ مال حلال میں افراط و اسراف کی گنجائش نہیں ہے یعنی مال حلال میں اسراف نہ کرنا چاہئے اس کو محفوظ رکھنا چاہئے اور احتیاط سے خرچ کرنا چاہئے تاکہ کچھ عرصہ تک باقی رہے اور تقویت دین کا سبب ہو۔

(ماخوذ از اشعۃ اللمعات)

مذکورۂ بالا اثر تابعی ہیں جس طرح مال و دولت کی ضرورت اس کی جمع و حفاظت پر زور دیا گیا ہے، وہ ظاہر ہے۔ سفیان ثوری تابعین میں سے ہیں، اپنے زمانہ میں امام المسلمین اور حجۃ اللہ علی الارض تھے، علم حدیث اور دیگر علوم کا مرجع تھے، ائمہ مجتہدین میں سے تھے، دین کے ارکان و اقطاب میں سے تھے، ان کی دیانت، زہد، ورع اور ثقہ ہونے پر لوگوں کا اتفاق تھا ھکذا فی اسماء الرجال

۸۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جب اپنی رحلت کے بعد تمہارے اوپر اس بات سے اندیشہ کرتا ہوں کہ جب دنیا کی تازگی اور رعنائی اور اس کی زیب و زینت تمہارے اوپر کھول دی جائے گی یعنی اسباب عیش و راحت کی فراوانی ہوگی تو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔

ایک شخص نے کہا۔ یارسول اللہؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا خیر کے وجہ

سے شر پیدا ہوگا یعنی اموال و غنائم کا حصول خیر ہے تو یہ شر اور ترکِ طاعت کا سبب کیسے ہوگا۔ اس وقت آپ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ گمان ہوا کہ آپ پر وحی نازل کی جا رہی ہے۔ راوی نے کہا کہ اس کے بعد آپ نے اپنی پیشانی مبارک سے پسینہ صاف کیا اور سائل کی اس کے سوال پر تعریف کی اور فرمایا،

انہ لا یاتی الخیر بالشر وان مما ینبت الربیع ما یقتل حبطا او یلم الا آکلۃ حتی امتدت خاصرتاھا استقبلت عین الشمس فثلطت وبالت ثم عادت فاکلت۔

یعنی خیر، براہ راست اور بالذات شر کا سبب نہیں ہوگا، بلکہ کسی امر عارض اور واسطہ کی وجہ سے اس کو شر لاحق ہوگا۔ مثلاً بخل، حرص، اسراف یا حدِ اعتدال سے تجاوز۔ ان عوارض کی وجہ سے شر کا ظہور و حدوث ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے مال و دولت کے سبب شر ہونے کو مثال سے بیان فرمایا کہ موسم بہار میں جو گھاس اور سبزے اُگتے ہیں، اس کے بہت زیادہ کھا پینے، اور پیٹ کے ثقیل ہو جانے کی وجہ سے بعض دفعہ جانور مر جاتے ہیں یا مرنے کے قریب ہو جاتے ہیں تو جس طرح موسم بہار کے سبزوں اور پودوں میں بذاتِ خود شر اور ضرر نہیں ہے، بلکہ یہ ضرر اور ہلاکت کھانے میں حرص اور افراط کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اسی طرح مال و دولت کا حال ہے، مگر وہ جانور کہ چرنے کے بعد جب ان کی کوکھیں تن گئیں تو آفتاب کی طرف انہوں نے رخ کیا اور اس کے سامنے کھڑے ہو گئے پس جو کچھ ان کے پیٹ میں فضلات تھے، اسے خارج کر دیا اور ہلکے پھلکے ہو گئے۔ اس کے بعد پھر چراگاہ میں جا کر چرنے میں مشغول ہو گئے۔

جانوروں کی عادت ہے کہ جب بدہضمی سے انہیں نفخِ شکم ہو جاتا ہے تو آفتاب کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں، سورج کی گرمی اور حرارت کی وجہ سے ان کا پیٹ نرم ہو جاتا ہے اور فضلات خارج ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث شریف کا پہلا ٹکڑا یعنی ما یقتل حبطا او یلم ان لوگوں کے حال کی طرف اشارہ ہے جو تحصیل دولت میں یا دولت پا کر مناہی و معاصی شہوات و غفلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور ہر فسق و فجور کا ارتکاب کرتے ہیں، حقوق اللہ، و حقوق العباد سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں، اور اپنے غلط اعمال و افعال پر مداومت و اصرار کرتے ہیں، حتیٰ کہ اسی حالت میں توبہ و استغفار، رجوع اور انابت الی اللہ کی توفیق حاصل ہوئے بغیر ان کی ہلاکت اور موت واقع ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف کا دوسرا ٹکڑا یعنی حتی امتدت خاصرتاھا استقبلت عین الشمس یہ ان لوگوں کے حال کی تمثیل ہے جو بعض وقت متقاضائے بشریت حرص و ہوس کی وجہ سے افراط اور تجاوز عن الحد کے کام لیتے ہیں اور ان سے کبھی افعال ناشائستہ کا صدور ہو جاتا ہے لیکن پھر وہ اپنی غلطیوں پر نادم ہو جاتے ہیں معصیت پر اصرار اور التزام نہیں کرتے اور آفتاب ہدایت کی روشنی کی طرف متوجہ ہو کر توبہ و استغفار اور اپنے نفوس کے تزکیہ و تطہیر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس مقام پر لکھا ہے کہ مذکورہ بالا دونو قسموں کے اعتبار سے ایک تیسری قسم بھی معلوم ہو گئی، یعنی وہ لوگ جو شہوات نفسانی، مناہی و معاصی میں بالکل گرفتار نہیں ہوئے اور دنیا میں انہوں نے زہد اختیار کیا تو پہلا شخص یعنی جس نے معصیت پر اصرار کیا اور حد اعتدال سے متجاوز ہو گیا اور توبہ و استغفار کئے بغیر مر گیا وہ ظالم ہے اور دوسرا شخص یعنی جس نے دنیا سے ہاتھ آلودہ کیا لیکن پھر دھو ڈالا وہ مقتصد ہے اور تیسرا شخص جو دنیا کی طرف راغب نہیں ہوا اور بالکل بے نیاز رہا، وہ سابق ہے جیسا کہ آیت کریمہ

فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ میں اقسام ثلاثہ کا ذکر ہے اس کے

بعد مال کے متعلق آپ نے ایک ضابطہ بیان فرمایا۔ ان ھذا المال خضرۃ حلوۃ فمن اخذہ بحقہ ووضعہ فی حقہ فنعم المعونۃ ھو ومن اخذہ بغیر حقہ کان کالذی یاکل ولا یشبع ویکون شھیدا علیہ یوم القیامۃ

یہ مال آنکھوں کو خوشنما اور جاذب نظر معلوم ہوتا ہے دل کو شیریں اور لذیذ معلوم ہوتا ہے، تو اس میں غلو و مبالغہ، انہماک و استغراق سے کام نہ لینا، جو شخص اس کو حق کے ساتھ جائز طریقے سے حاصل کرے گا۔ اور صحیح مصرف میں خرچ کرے گا تو وہ مال اس کے لئے بہترین رفیق اور معاون ہوگا۔ اور جو شخص اس کو ناحق اور ناجائز طریقے سے حاصل کرے گا تو یہ مال و زر کا حریص اس مریض کی طرح ہوگا جس کو جوع البقر کی بیماری ہو کہ کھاتا ہے مگر آسودہ نہیں ہوتا۔ تو جس طرح اس مرض سے اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے، اسی طرح وہ شخص جو مال و زر کے جمع کرنے میں مفرط اور حریص ہے کہ جائز و ناجائز، حق و ناحق کا امتیاز نہیں کرتا وہ بھی اقرب الی الہلاکت ہے اور یہ مال اس کے لئے وبال و نکال کا سبب ہوگا۔

ملا علی قاری نے کہا کہ جو شخص مال کے جمع و تحصیل میں مبالغہ سے کام لیتا ہے اور حلال و حرام کا امتیاز نہیں کرتا تو وہ انجام سے بے خبر ہو کر تن آسانی و عیش پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کا دل سخت ہو جاتا ہے، رحم و ہمدردی کا مادہ دل سے رخصت ہو جاتا ہے اس لئے وہ اہل حقوق کے حق کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ فخر و غرور تعلی و ترفع اس کی فطرت بن جاتی ہے لہٰذا وہ مال اس کے لئے تباہی و خسارہ کا سبب ہو جاتا ہے۔ (لمعات و مرقات)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال بذات خود بری چیز نہیں، بہ شرطیکہ اس کا استعمال اور مصرف صحیح ہو۔

اسلام میں طلب و کسب معاش کی اہمیت اور فضیلت

۱)۔ عن المقدام ابن معدیکرب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدیہ وان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدیہ (بخاری)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی رزق اس رزق سے بہتر نہیں جس کو انسان نے خود اپنے ہاتھوں سے کمایا ہو اور بیشک اللہ کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام محنت کر کے اپنا رزق حاصل کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلب و کسب معاش انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی سنت ہے۔

۲)۔ عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ (بیہقی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رزق حلال کی تحصیل و طلب فرض ہے۔

۳)۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء (ترمذی)

معلوم ہوا کہ راست گو، امانت دار تاجر کا حشر انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

۴)۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ کی تفسیر میں قتادہ نے کہا کان القوم یتبایعون ویتجرون ولکنھم اذا نابھم حق من حقوق اللہ لم تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ حتی یودوہ الی اللہ۔ (بخاری)

صحابہ کرام تجارت اور خرید و فروخت کرتے تھے لیکن جب ان کو حقوق اللہ میں سے کوئی حق پیش آجاتا تھا تو تجارت اور خرید و فروخت ان کو اللہ کے ذکر سے روکتی نہیں تھی، یہاں تک کہ پہلے وہ حق اللہ کو ادا کرتے تھے

اس سے معلوم ہوا کہ طلب معاش کیلئے تجارت وغیرہ صحابہ کرام کا طریقہ تھا۔

۵)۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب الدنیا حلالا استعفافا عن المسئلۃ وسعیا علیٰ اھلہ وتعطفا علیٰ جارہ لقی اللہ یوم القیامۃ ووجھہ مثل القمر لیلۃ البدر ومن طلب الدنیا حلالا مکاثرا مفاخرا مرائیا لقی اللہ تعالیٰ وھو علیہ غضبان۔ (بیہقی)

فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے جو شخص دنیا کا مال و متاع طلب کریگا حلال طریقے پر۔ سوال کی ذلت سے بچنے کیلئے اپنے اہل و عیال کی روزی کا سبب کرنے کیلئے اور اپنے ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی کرنے کیلئے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔ اور جو شخص دنیا کو طلب کرے گا، اگرچہ حلال ہی طریقہ پر ہو لیکن وہ مال و دولت کی کثرت پر ناز و فخر کرنے والا ہو۔ نیکی کے کام میں ریاکاری سے کام لینے والا ہو تو وہ اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال حلال کی طلب اگر نیک اور صحیح غرض کے ساتھ ہو تو باعث فضیلت و مستحق اجر و ثواب ہے لیکن اگر اس کی طلب کسی غرض فاسد کیلئے ہو تو اس کا انجام بھی برا ہے۔

اسلام میں گداگری اور دست سوال پھیلانے کی مذمت

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص لوگوں سے سوال کرے حالانکہ نہ اسے فاقہ پہنچا نہ اتنے بال بچے ہیں، جن کی طاقت نہیں رکھتا تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا یعنی بہت ذلت کی حالت میں ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا جس کو فاقہ گذرا یا نہ اتنے بال بچے ہیں جس کی طاقت نہیں رکھتا اور وہ سوال کرے اللہ عزوجل اسے رزق دے گا ایسی جگہ سے جو اس کے خیال میں بھی نہیں۔ (بیہقی)

۲)۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بغیر حاجت سوال کرتا ہے گویا وہ انگارہ کھاتا ہے۔ (ترمذی)

۳)۔ ایک انصاری نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے، عرض کیا، ایک ٹاٹ کا ٹکڑا ہے جس کا ایک حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور ایک حصہ بچھاتے ہیں اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں، آپؐ نے دونوں چیزوں کو حاضر کرنے کیلئے فرمایا، وہ لائے، آپؐ نے اپنے دست مبارک میں لیکر نیلام فرمایا کہ اسے کون خریدتا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ ایک درہم کے عوض میں خریدتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے کسی دوسرے صاحب نے کہا، میں دو درہم پر لیتا ہوں۔ آپؐ نے دونوں چیزیں ان کے حوالے کردیں اور دونوں درہم انصاری کو دے کر فرمایا کہ ایک کا غلہ خریدکر گھر میں دیدو اور ایک کی کلہاڑی خریدکر میرے پاس لاؤ اور وہ خرید کر لائے۔ آپؐ نے دست مبارک سے اس میں بینٹ ڈالا اور فرمایا، جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اب پندرہ دن تک تمہیں نہ دیکھوں، وہ گئے لکڑیاں کاٹ کر بیچتے رہے، جب حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درہم تھے چند درہم کا کپڑا اور چند کا غلہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال تمہارے چہرہ پر چھالا ہوکر آتا۔ سوال حلال نہیں مگر تین شخص کیلئے ایسی محتاجی والے کیلئے جو اسے زمین پر لٹا دے، یا تاوان والے کیلئے جو رسوا کردے، یا دیت والے کے لئے جو اسے تکلیف پہنچاتے۔ (ابوداؤد)

احادیث مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوگیا کہ سوال اور گداگری کس قدر معیوب اور مذموم شے ہے کہ مذکورۃ تین صورتوں کے علاوہ اور کسی حالت میں جائز نہیں، ساتھ ہی عمل اور کسب کی اہمیت و فضیلت بھی معلوم ہوگئی۔

اسلام میں عمل اور کسب توکل کے منافی نہیں

۱)۔ عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الزھادۃ

فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا باضاعۃ المال ولکن الزھادۃ فی الدنیا ان لا تکون بما فی یدیک اوثق بما فی ید اللہ وان تکون فی ثواب المصیبۃ اذا انت اصبت بھا ارغب فیھا لو انھا ابقیت لک.

(ترمذی، ابن ماجہ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میں زہد اور بے رغبتی حقیقتاً یہ نہیں ہے کہ حلال چیزوں کو ترک کر دیا جائے، کہ یہ حلال کو حرام کر لینے کے معنی میں ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین.

اور نہ زہد کا تحقق، مال کے ضائع اور برباد کرنے سے ہے، کہ اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔

ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا

لیکن حقیقت زہد یہ ہے کہ تم اس چیز کے مقابلہ میں جو اللہ کے دست قدرت میں ہے، اپنی چیزوں پر اعتماد و بھروسہ نہ کرو، بلکہ اعتماد اور بھروسہ حق تعالیٰ کی رزاقیت پر کرو، کہ یہی حقیقتاً زہد اور توکل ہے اور زہد حقیقتاً یہ ہے کہ تمہاری رغبت آخرت اور اس کے ثواب کی جانب اس قدر زیادہ ہو جائے کہ جب تم کسی مصیبت میں مبتلا کئے جاؤ تو بلا اور مصیبت کا وجود، آخرت کے ثواب کی امید میں تم کو محبوب اور مرغوب معلوم ہونے لگے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زاہد وہ شخص ہے کہ جس کو صبر و توکل کا درجہ حاصل ہے اور جب صبر و توکل کا درجہ حاصل ہو گیا تو دنیا کے تمام کاروبار میں رہتے ہوئے بھی وہ زاہد ہے اور اگر صبر و توکل کا مقام حاصل نہیں ہوا تو صرف حلال چیزوں کو حرام کر لینے سے یا مال کو ضائع اور برباد کر دینے سے زاہد نہیں ہوگا۔

اس مقام پر ملا علی قاری نے کہا کہ حلال کو حرام کر لینے سے زہد حاصل نہیں ہوگا جیسا کہ بعض جہلاء اس کو کمال سمجھ کر کرتے ہیں، وہ نکاح نہیں کرتے، اچھے عمدہ کپڑے نہیں پہنتے، شیرینی، میوہ جات گوشت وغیرہ کا کھانا چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ طریقہ حکم خداوندی کے خلاف ہے

یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات الخ

اور نہ مال کو ضائع کرنے سے زہد حاصل ہوگا، بایں طور کہ اس کو دریا میں ڈال دے یا لوگوں میں لٹا کر برابر کر دے۔

حاصل یہ ہے کہ جب ہاتھ خالی ہو اور دنیوی معیشت میں احتیاج کے وقت دل کی توجہ مخلوق کی طرف ہو تو ایسے ظاہری زہد کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ زہد کا تعلق دل سے ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس کی دلی توجہ پروردگار عالم ہی کی طرف ہو۔

اسی طرح آخرت کے ثواب کی امید میں جب مصیبت کا وجود مرغوب ہو جائے اور جزع و فزع، شکوہ شکایت کا اظہار نہ ہو تو یہ دونوں باتیں یعنی مصائب پر صبر اور خدا کی طرف توجہ اور اس پر بھروسہ تمہارے زہد پر شاہد عدل ہوں گی۔

لمعات و مرقات

۴۲۔ عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا

(ترمذی، ابن ماجہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم توکل کرتے اللہ پر جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ روزی دیتا تم کو جیسا کہ روزی دیتا ہے پرندوں کو کہ وہ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو اپنے آشیانوں میں شکم سیر واپس آتے ہیں۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ توکل کا حق یہ ہے کہ بندہ یقین کرے کہ فاعل اور کارساز حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس یقین کے ساتھ وہ حرص افراط اور تعب میں بغیر پڑے ہوئے بہ طریق جمیل طلب رزق میں،

کوشش کرے اس کی یہ کوشش توکل کے خلاف نہیں۔

امام غزالی نے کہا کہ جو شخص گمان کرے کہ توکل کے معنی ترک کسب اور زمین پر عاجز ہو کر پڑ رہنے کے ہیں، وہ جاہل ہے۔

امام قشیری نے کہا کہ توکل کا تعلق دل سے ہے لہٰذا اللہ کی رزاقیت پر یقین و اعتماد کے بعد ظاہری حرکت و عمل، توکل کے منافی نہیں ہے جبکہ وہ اپنی کوشش و طلب ہی کو حقیقی علت نہ سمجھے بلکہ حقیقی کارساز پروردگار عالم ہی کو سمجھے۔

سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎ قطعہ

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل ٭ بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی
ورت مال و جاہ است و زرع و تجارت ٭ چو دل با خدا ایست خلوت نشینی

جو لوگ مساجد اور خانقاہوں میں بیٹھ جاتے ہیں اور بسر اوقات کیلئے کوئی کام نہیں کرتے اور اپنے کو متوکل بتاتے ہیں حالانکہ ان کی نگاہیں اس کی منتظر رہتی ہیں کہ کوئی ہمیں کچھ دے جائے، یہ توکل نہیں۔ بہتر یہ تھا کہ وہ کوئی کام کر کے اس سے بسر اوقات کرتے۔

(عالمگیری)

اسلام نے اخلاقی و روحانی اقدار کی کس طرح حفاظت کی

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ تحصیل مال و کسب معاش اگرچہ ضروری و اہم ہے لیکن اس کے حصول کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کرنا خواہ وہ ناجائز ہی ہو، اسلام کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں اگرچہ مال و دولت کی اہمیت ہے لیکن یہ مقصود بالذات نہیں، بلکہ اصل مقصود انسان کی سیرت اور اس کی اخلاقی و روحانی قدروں کی تربیت و اصلاح ہے اور یہ دنیا اسی حد تک اور اسی حیثیت سے مقصود ہے کہ جب تک اس سے دین کی تکمیل اس کی تائید اور تقویت ہوتی ہو اور اس وقت مال اس کے لئے خیر بھی ہے، فضل بھی ہے، رحمت بھی جیسا کہ متعدد آیات میں مال و دولت کو ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور جہاں یہ مال و دولت، دین اور دینی غرض کے مزاحم اور معارض ہو اور اس کی وجہ سے اخلاقی و روحانی قدروں کا زوال ہو تو اس وقت یہی مال و دولت اس کے لئے سراسر شر، زحمت اور وبال ہے۔ اس بنا پر تحصیل مال کے وہ تمام طریقے کہ جس میں ظلم، خود غرضی، جھوٹ، خیانت، مکر و فریب کو دخل ہو اسلام نے ان سب طریقوں کو ناجائز قرار دیا۔ سودی کاروبار کی تو بنیاد ہی ظلم و خود غرضی پر ہے کہ اس کے نتیجہ میں افراد و خاندان کی تباہی و بربادی، عام مشاہدہ ہے۔ شراب و خنزیر کی بیع کو ناجائز کہا، اس لئے کہ ہر قسم کے فواحش اور بے حیائیوں کی اصل یہی ہے۔ بیع کی مختلف صورتیں کہ جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں کہ جس میں عاقدین میں سے کسی کو ضرر یا غرر پہنچتا تھا سب کو ممنوع قرار دیا۔ بیع مزابنہ، بیع ملامسہ، بیع منابذہ، بیع حصاۃ، بیع نجش، بیع غرر اس کی مثالیں ہیں جن کی تمام تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ تجارت، زراعت، صنعت و حرفت، وراثت اور وکالت، کفالت، حوالہ، اجارہ، عاریت، ودیعت، حتیٰ کہ استنجا اور حجامت تک غرضیکہ دین و دنیا کے ہر شعبہ میں اسلام نے جامع اور مکمل ہدایات دیکر ایک ایسی معتدل اور متوسط شاہراہ قائم کر دیا ہے، جو تمام دیگر مذاہب کے ہر قسم کے افراط و تفریط سے بالکل پاک و صاف ہے۔

مال و دولت جس طرح اہم اور ضروری ہے اسی طرح موجب فتنہ بھی ہے

چونکہ تمام دینی و دنیوی ضروریات و مقاصد کے حصول میں مال و دولت کو بڑا دخل ہے، دنیوی ضروریات کا حال تو ظاہر ہے کہ قدم قدم پر دولت کی ضرورت پڑتی ہے، حتیٰ کہ خود انسان کی عزت و آبرو بھی اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی، اسی طرح دینی مقاصد کا حصول بھی اکثر و بیشتر دولت پر موقوف ہے، زکوٰۃ، حج، قربانی، صدقات و خیرات بغیر مال کے نہیں ہو سکتے۔ نماز روزہ بھی بہ فراغت و اطمینان قلب فقر و فاقہ کی حالت میں ادا نہیں ہو سکتے۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

شب چو عقد نماز بر بندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم

اس لئے کہ مال و دولت کی محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح بیان فرمایا۔

یھرم ابن آدم ویشب فیہ اثنان الحرص علی المال والحرص علی العمر۔

انسان ضعیف اور بڈھا ہوجاتا ہے لیکن اس کی دو خصلتیں جوان رہتی ہیں، ایک کثرتِ مال کا حرص اور دوسرے درازیٔ عمر کی حرص دوسری جگہ فرمایا۔ لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی ثالثا۔

اگر آدمی کو مال سے بھری ہوئی دو وادیاں مل جائیں تو وہ تیسری وادی کو طلب کرے گا اور سیر نہیں ہوگا۔ مال سے اس فطری محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ جس طرح ہو اسے سمیٹا جائے اور جمع کیا جائے

دوسری طرف اسلام نے مخلوق خدا کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا حکم دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب میں پیارا وہ ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کرے۔ (حدیث)

دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا (حدیث)

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسیوں کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی وارث بنا دئیے جائیں گے۔ صلۂ رحم یعنی رشتہ داروں اور قرابت داروں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کو واجب قرار دیا گیا اور اس کی اہمیت کو مختلف طریقوں سے ظاہر کیا گیا۔ کہیں فرمایا گیا کہ جس قوم میں قاطع رحم ہوتا ہے اس پر رحمت الٰہی نازل نہیں ہوتی کہیں فرمایا گیا، جو شخص چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور عمر میں درازی ہو، وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرے، ایک جگہ فرمایا کہ جو رشتہ کو جوڑے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنے سے ملائے گا اور جو رشتہ کو کاٹے گا، اللہ تعالیٰ اسے کاٹے گا۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ رشتہ کے درجات متفاوت ہیں اس لئے صلۂ رحم کے درجات میں بھی تفاوت ہوگا۔ والدین کا مرتبہ سب سے بڑھکر ہے، ان کے بعد ذو رحم محرم کا، ان کے بعد بقیہ رشتہ داروں کا۔ اسی طرح دوست احباب، مسافرین، نوکر چاکر، ہر ایک کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا یعنی جس چیز کے وہ حاجتمند اور طلبگار ہوں اس میں بہ قدر استطاعت ان کی اعانت کی جائے گی جیسا کہ آیت کریمہ سے یہ تفصیل ظاہر ہوتی ہے۔

وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والمسٰکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (قرآن کریم)

سونا، چاندی، روپیہ پیسہ، ہر قسم کا سامان تجارت، گائے بکری، اونٹ، کھیت کی پیداوار، ہر چیز میں حسب شرائط زکوٰۃ مقرر کی گئی۔ صدقات نافلہ پر بھی کافی ترغیب دلائی گئی تاکہ ان سب چیزوں کے ذریعہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کی جا سکے۔

ان تمام تفصیلات سے یہ واضح ہوگیا کہ مال و دولت جس قدر اہم ہے اسی قدر یہ بڑے امتحان اور آزمائش کی چیز ہے، اگر بندہ اس کے حقوق و مطالبات سے ٹھیک ٹھیک عہدہ برآ ہوگیا تو اس کے لئے یہ باعث رضوان و رحمت ہے اور اگر نفس و شیطان اس کی حقوق سے مانع ہوگئے اور مال و دولت کی محبت غالب آگئی۔ تو یہی دولت اس کے لئے خسارہ و تباہی کا سبب ہے۔

فقر اور غنا دونوں میں افضل کیا ہے

جس طرح فقر ارتکاب محارم ومعاصی کا سبب ہوتا ہے بلکہ بعض وقت مفضی الی الکفر ہوجاتا ہے جیسا کہ اس بارے میں حدیث گزری، اسی طرح غلبۂ غنا بھی اکثر منا ہی و معاصی کا سبب ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے بھی بندہ ہر طرح کے فسق و فجور میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ الا ما شاء اللہ وقلیل ما ھم اس لئے علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر بعض علماء نے کہا

غنی شاکر افضل ہے کہ اس کی وجہ سے خیرات و قربات کا صدور بہ کثرت سے ہوتا ہے اور حدیث میں بھی اغنیاء کے بارے میں آیا ہے ذالك فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ فقیر صابر افضل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال شریف بھی یہی تھا

احادیث فریقین میں دونوں جانب بہ کثرت ہیں۔

اور حق یہ ہے کہ فقر و غنا میں سے کسی ایک کی فضیلت کا حکم علی الاطلاق صحیح نہیں بلکہ فضیلت کا حکم اشخاص و احوال کے اعتبار سے ہے کسی کے حق میں فقر افضل ہے اور کسی کے حق میں غنا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بسا اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم بندے کے شامل حال ہوتا ہے تو جو چیز اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے وہ عطا کرتا ہے۔ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر، تو آپ نے فرمایا کہ فقیر شاکر دونوں سے بہتر ہے۔ اس کلام میں فقر کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ فقر ایک نعمت ہے کہ جس پر شکر کرنا چاہیئے نہ کہ بلا و مصیبت کہ جس پر صبر کرنا چاہئے۔ — اشعۃ اللمعات

علامہ اقبالؒ نے خوب کہا ہے:۔

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے ؛ خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے۔

(بقیہ فقہ اور تصوف صفحہ ۳۰)

اور طریقت انہیں معاملات و مشروعات کی تحقیق و تلاش کرتا ہے۔ اعمال کی زینت دل کی صفائی اور اخلاق کی پاکیزگی، کدورات طبعی سے ہے، جیسے ریا اور خواہش و ظلم اور شرک اور انہیں کے مماثل چیزیں ہیں، مثلاً نمازی کے کپڑے نجاست سے ملوث ہونے سے پاک ہونا شریعت ہے اور دل کا کدورات بشری سے پاک ہونا طریقت ہے۔ نماز سے پہلے وضو کرنا شریعت ہے اور ہمیشہ باوضو رہنا طریقت ہے۔ نماز میں قبلہ کی جانب چہرے کا رخ کرنا شریعت ہے اور رخ دل حق کی جانب طریقت ہے۔ تمام چیزوں کے اندر حواس کے سامنے ہیں جو چیزیں آتی ہیں ان کا رعایت کرنا شریعت ہے اور جو کچھ قلب کے اندر ہیں ان کی رعایت کرنا طریقت ہے !!!

جس طرح ایک صوفی کے لئے بغیر شریعت کے وصول ممکن نہیں کیونکہ سلوک نام ہے سنت رسولؐ کی پیروی کا اسی طرح ایک عالم کیلئے لازم ہے کہ وہ تصوف سے بھی آگاہی حاصل کرے اس لئے کہ عالم کما حقہ اسی وقت عالم و محقق کہلا سکتا ہے، جب وہ فقہ کے ساتھ تصوف کا بھی جاننے والا ہو اور اگر جاننے والا نہیں تو کم از کم اتنا لازمی ہے کہ وہ اہل تصوف کو حق مانتے ہوئے ان کے بارے میں انکار نہ کرے اور ان سے عقیدت رکھے ورنہ اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، جیسا کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اس پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ومن لم یکن له نصیب من هذا العلم (ای التصوف) اخاف علیه من سوء الخاتمة وادنی النصیب من التصدیق به والتسلیم لاهله یعنی جس کو علم تصوف سے کوئی حصہ نہیں (یعنی نہیں جانتا ہے) میں اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ کرتا ہوں اور ادنیٰ درجہ حصہ کا یہ ہے کہ اس علم کی تصدیق کرے اور اس کے جاننے والوں کو مانے اس کی تصدیق تو بہت سے تاریخی واقعات سے ہوتی ہے کہ بہت سے ایسے حضرات جنہوں نے اہل تصوف یعنی صوفیائے اسلام پر طعنے کیا اور ان کی توہین کی خاتمہ ان کا بہت ہی افسوسناک و عبرت انگیز ہوا۔ لہٰذا دانائی اسی میں ہے، ان کے طعن سے اپنی زبان محفوظ رکھے !!!





حضرت شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی الملقب بہ استاد البشر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "حقیقت محمدیہ" میں تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ التصوف ھو ان یمیتک الحق عنک ویحییک به۔ یعنی تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھکو تجھ سے مار ڈالے اور خود سے تجھکو زندہ فرما دے۔ بقطع النظر عن الغیر۔ اس جگہ یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ صوفی وہی ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ حضرت شیخ عبداللہ ابن المنازل حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ صوفی کون ہے تو آپنے فرمایا ھُو الذی یکون فی وجہہ حیاءٌ وفی عینیہ بکاءٌ وفی قلبہ صفاءٌ وفی لسانہ ثناءٌ وفی یدہ عطاءٌ وفی وعدہ وفاءٌ وفی نطقہ شفاءٌ"

علاوہ ازیں اور بہت سے اقوال عرفا و علما اس کے متعلق ہیں۔ جس کی گنجائش نہیں، مقصود بحث اس وقت یہ ہے کہ تصوف کوئی علحدہ چیز ہے جس کو شریعت سے کوئی تعلق نہیں یا شریعت ہی کی حقیقت کا ایک رخ ہے جس کا انفکاک شریعت سے کسی طرح ممکن نہیں۔ یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ تصوف کو شریعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ حکمائے یونان کے وہی فلسفیانہ خیال ہیں جس میں وہ زندگی بھر ہاتھ پاؤں مارتے رہے اور حقیقت کو نہ پا سکے، اور ہمیشہ ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا، اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ شریعت اہل ظواہر کیلئے ہے جس نے طریقت میں قدم رکھا، اس سے مکلفات شرعیہ ختم ہو جاتے ہیں اور ظاہری صوم و صلوٰۃ کی پابندی ساقط ہو جاتی ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ الشریعۃ اقوالی والطریقۃ افعالی والحقیقۃ احوالی والمعرفۃ اسراری

یعنی شریعت میرے اقوال ہیں، طریقت میرے افعال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں اور معرفت میرے اسرار ہیں۔

حدیث مذکور سے شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت کی حیثیت اور اس کی جمعیت اس کے انتہا فنا کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ایک ہی حقیقت کے مختلف رخ ہیں، اسی پیارے محبوب کی پیاری اداؤں کی مختلف رخ ہیں، جنکو خالق کائنات نے خود اپنی ذات کا مظہر بنایا ہے، مظہر کی ہر ادا اسی ایک حقیقت کا پتہ دے رہی ہے جو مستوی علی العرش اور اینما تولوا فثم وجہ اللہ ہے، اسی شریعت و حقیقت کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے سرکار غوث پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ کل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندقۃ بات صاف ہو گی کہ اصول شریعت ہی کا نام تصوف و حقیقت ہے، جو اصول طریقت کو اصول شریعت رد فرما دے وہ تصوف سے خارج ہے، شریعت مطہرہ ایک کسوٹی ہے جس کو تحقیق لازمی ہے اگر کسی حقیقت کو شریعت سے مطابقت نہیں تو وہ زندقہ ہے جس کا اختیار کرنے والا کبھی اپنے مقصود کو نہیں پا سکتا۔ چنانچہ یہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ ما طریقت ما بر کتاب و سنت است و ہر چہ مخالف کتاب و سنت مردود

تو شریعت مردود و باطل ہے یعنی ہمارے طریقت کی بنیاد کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر ہے اور جو کچھ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مخالف اور اس سے خارج ہے وہ مردود و باطل ہے یہی لئے اہل سلوک و تصوف کا یہ طریقہ رہا ہے کہ سالک کیلئے انہوں نے حصول علم شریعت اور اس پر پورے طور پر تعامل کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ایک بزرگ ارشاد فرماتے ہیں کہ کن فقیہا صوفیا ولا تکن صوفیا فقیہا یعنی فقیہ صوفی بنو صوفی فقیہ نہ بنو اس لئے کہ صوفی اور فقیہ بننے والوں کو مقصود تک پہنچنے میں بہت ہی اندیشہ ہے نیز اسی حقیقت کو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس طرح واضح فرماتے ہیں کہ من تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینہما فقد تحقق۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت و طریقت ایک ہی شے ہے۔ اس کو دو الگ الگ شے قرار دینا دانائی نہیں۔ باب تصوف میں کچھ خصوصی احکام ذرہ طور پر ایسے ہیں جو عوام کیلئے نہیں بلکہ خواص و مقربین پر عائد ہوتے ہیں، یہ وہ خصوصی احکام ہیں جو بظاہر شریعت سے متعلق معلوم ہوتے ہیں، حضرت خواجہ سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شریعت، حقیقت، طریقت کے اندر اتحاد ہے صرف مسائل و درجات کے اندر اختلاف ہے۔ حضرت قطب دیلور قدس سرہ العزیز جواہر الحقائق، فائدہ ۵ کے اندر تصوف و فقہ کی امتیازی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے حضرت امام مالک کے قول مذکور کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو درصورت عدم حصول شریعت ایمان و اسلام منتفی است و در عدم حصول تصوف کمال ایمان منتفی، یعنی شریعت مطہرہ کا جاننے والا اگر تصوف سے واقف نہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کمال ایمان کی چاشنی سے محروم ہے اور اس کی حقیقی لذتوں سے آشنا نہیں لیکن اگر شریعت کے بجائے تصوف جانتا ہے اور شریعت سے جاہل ہے

تو وہ نفس ایمان سے محروم ہو جاتا ہے جس کے بعد ہر ہر قدم پر اس کے لئے تباہیاں ہیں، حضرت مجدد الف ثانی مکتوب پنجاہ و پنج جلد دوم کے اندر تفصیلاً فقہ و تصوف کی اسی امتیازی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علوم و معارف دیگر اند ماوراء احکام شرعیہ کہ اہل اللہ بہ آں مخصوص اند ہر چند آں معارف ثمرات نتائج ایں احکام اند مقصود از درخت نشاندن حصول ثمرات است تا زمانے کہ درخت رانیک تربیت کنند ثمرات وافر آرد ثمرہ اگرچہ مقصود است اما فرع شجرہ است، ملتزم شریعت و مداہن شریعت را بریں معنی قیاس باید کرد آں کہ التزام دارد صاحب معرفت است ہر چند التزام بیش معرفت بیش و آں کہ مداہن است از معرفت بے نصیب یعنی احکام شرعیہ کے ماسوا علوم و معارف دوسری شے ہے، ہر چند کہ وہ معارف انہی احکام کے نتائج اور ثمرات ہیں۔ مقصود درخت لگانے سے اس کے پھل کا حاصل کرنا ہے جبتک کہ درخت قائم ہے پھل کی امید ہے اور جب اصل درخت کے اندر خلل پڑ گیا تو پھل بھی معدوم ہو گیا۔ نادانی ہوگی، کہ درخت کاٹ کر اس کے پھل کی امید رکھتا ہے، جس قدر درخت کی اچھی تربیت کریں گے، پھل کثیر ہوگا۔ ثمرہ اگرچہ مقصود ہے لیکن بہرحال فرع شجر ہے یہی پر شریعت کا التزام کرنے والے اور اس سے سستی برتنے والے کو قیاس کرنا چاہیے جو شخص کہ لازماً شریعت پر عامل ہے، صاحب معرفت ہے جس قدر پابندی کی زیادتی ہے، معرفت کی بھی زیادتی ہے اور جو شخص اس میں کاہل ہے، معرفت سے بھی بے بہرہ ہے، تصوف ایک حکم خصوصی کی حیثیت رکھتا ہے اور فقہ ایک حکم عام ہے جس کے محکوم عوام و خواص سب ہیں، کوئی اس سے کسی حال میں بری نہیں ہو سکتا، خواہ ائمہ طریقت ہوں یا اساطین ملت مذہب فقہا کے تابع ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مرج البحرین میں اس پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی حضرت سفیان ثوری کے مسلک پر تھے اور سرکار غوث پاک رض امام حنبل رض کے مسلک پر تھے اور حضرت شبلی رح مالکی اور حریری رح حنفی اور محاسبی، شافعی قدس اللہ

اسرار ھم، اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہ ایک ایسے علم اور قواعد و اصول پر مبنی ہے جو کلی حیثیت رکھتا ہے اور جس کے اصول اختلاف افراد سے نہیں بدلتے اور تصوف کی حیثیت ایسی نہیں ہے، چنانچہ شیخ اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ تصوف اہل فرقہ کے ساتھ خاص ہے اور یہ معاملہ خاص عبد و رب کے درمیان ذوق و حال پر مبنی ہے اور ان کے احکام جزئیہ کا اختلاف احوال ذوق و مواجید کے اختلاف سے بدلتا ہے صوفیہ کے نزدیک محقق وہی شخص کہلا سکتا ہے جس نے دونوں علوم کو جمع کیا ہو اور ان کے مراتب و مراسم کا کما حقہ لحاظ کرتا ہو، صدیق و مومن کامل ان کے نزدیک وہی شخص ہے جس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقت سے اور مخلوق کے ساتھ شریعت کے تحت ہو وہی ایمان کی لذتوں سے آشنا ہو سکتا ہے اور کسی نے اس کے برعکس معاملہ کیا تو عند العلماء والصوفیہ زندیق ہے۔ شیخ مرج البحرین میں اس پر بحث فرماتے ہوئے ایک عارف کا قول نقل فرماتے ہیں کہ قال بعض العارفین من عامل الحق بالحقیقۃ والخلق بالشریعۃ[عہ] والخلق بالحقیقۃ فھو زندیق ومن عامل الحق بالشریعۃ والخلق بالشریعۃ فھو مومن۔

ایک صوفی کی شان ہی یہ ہے کہ وہ جامہ شریعت سے کسی وقت جدا نہ ہو گو فی حال و قال اس کا خلاف شرع نہ ہو جو حال و قال خلاف شرع ہو یقیناً وہ عند الشرع مردود ہے۔ حضرت شبلیؒ کے اس واقعہ سے اندازہ فرمائیے کہ ایک صوفی کی شان کیا ہوتی ہے۔ حضرت شبلیؒ پر ایک مرتبہ حال طاری ہوا اور کئی روز تک آپ اسی جذب کے عالم میں رہے جب یہ خبر آپ کے شیخ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اس دوران اس کا معاملہ کیسا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ جب اذان ہوتی ہے تو آپ سیدھے مسجد کو جاتے ہیں اور بعد فراغت نماز کے پھر اسی حال میں ہوتے ہیں، حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ بحمد اللہ سلامت ہے۔ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ کسی بھی وقت میں شریعت سے غفلت صوفی کے لئے ہلاکت و بربادی کا سبب ہے، اسی طرح حضرت سفیان ثوریؒ کا اس واقعہ سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ صوفی سے کسی فعل کا خلاف شرع صادر ہونے پر سخت مواخذہ ہوتا ہے ایک مرتبہ آپ نے سہواً بایاں پاؤں مسجد میں پہلے رکھا تو ندائے غیبی آئی یا ثور حضرت سفیان! اس آواز کو سن کر بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو خود اپنے رخسار پر طمانچہ مارتے جاتے اور یہ جملہ بار بار دھراتے جاتے کہ اے سفیان یک قدم خطا داب برگرفتی نام تو جریدۂ انسان، محو کردند یہ ہوش باش دو نستہ قدم بجائے نہ نادرحضرت غنائی فی۔ ایک انسان جب اللہ کے بتائے ہوئے اصول کو ترک کر دیتا ہے تو کالانعام بل ھم اضل کی بدترین منزل میں گرا دیا جاتا ہے پھر ایک صوفی کے لئے جو اپنے خالق کا جویا ہو اور خدا تک پہنچنا چاہتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ شریعت مطہرہ کا دامن چھوڑ دے اور خدا تک پہنچ جائے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید　　　　کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

حضرت امام رازیؒ آیت کالانعام بل ھم اضل کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لان الناس فی الحقیقۃ ھم الذین اعطوا الانسانیۃ حقھا لان فضیلۃ الانسان علی سائر الحیوانات بالعقل المرشد والفکر الھادی

غور فرمائیں کہ انسان کی فضیلت جو انسان پر اس لئے ہے کہ وہ عقل مرشد اور فکر ہادی سے نوازا گیا۔ اگر اس کے باوجود وہ آداب و احکام الٰہی سے غافل ہو جائے تو وہ زمرۂ انسانیت سے خارج کر دیئے جانے کا مستحق ہے پھر یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ شریعت سے جدا ہو کر کوئی اور راہ اختیار کر کے موصل الی اللہ ہو جائے۔ بل ھم اضل کا جملہ واضح کر رہا ہے کہ ایسے انسان کو دعوی انسانیت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات صدی کے مکتوب بست و پنجم میں شریعت و طریقت کے ایک ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ طریقت ایک ایسا راستہ ہے جو شریعت ہی سے نکلتا ہے شریعت تو جبر امر طہارت اور نماز و روزہ و حج و جہاد و زکوٰۃ اور دیگر احکام شرع و معاملات کے بیان کرنے کا نام ہے (باقی صفحہ ۲۹ پر دیکھیے)

[عہ] فھو صدیق ومن عامل الحق بالشریعۃ

حالاتِ زندگی حضرت سید شاہ مولانا حمید اللہ قادری المعروف بہ حمید پاشاہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت و تعلیم و تربیت

آپ ۱۹ر صفر المظفر ۱۲۸۹ھ بروز یکشنبہ گیارہ بجے دن میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم مختلف قابل اساتذہ کے پاس ہوئی۔ خود آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا سید شاہ فضل اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم و عارفِ وقت تھے ان کے دامنِ کرم میں رہ کر آپ نے علمی و روحانی ترقی حاصل کی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت قطبِ ویلور قدس اللہ سرہ العزیز کے شاگرد اور خلیفہ ہیں اور آپ حضرت قطبِ ویلور کے حقیقی بھانجے بھی ہیں۔ انہیں کے زیرِ سایہ موصوف نے سلوک طے فرمایا اور دارالعلوم لطیفیہ کے خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ ہی سے اندازہ فرما سکتے ہیں کہ ایسے عالم و عارف باپ کے سایۂ عاطفت میں آپ کیا نہیں حاصل فرمایا ہوگا۔

خدماتِ دارالعلوم لطیفیہ

۱۳۱۱ھ ماہ جمادی الاولیٰ میں جبکہ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا سید شاہ فضل اللہ قادری ابن سید شاہ مودود قادری رحمۃ اللہ علیہ کا اچانک انتقال ہوگیا تو حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین مکان حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ نے آپ کو اپنے بہنوئی کی جگہ پر دارالعلوم لطیفیہ کی نظامت سپرد کی۔ اس وقت سے تین بزرگ دمقدس ہستیوں حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین مکان حضرت ویلور اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت کی رحمۃ اللہ علیہ کے دور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے تک آپ خدمات دارالعلوم لطیفیہ بہ حسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ آپ کے دوران نظامت میں قابل اساتذہ روزگار درس و تدریس کے کام پر فائز رہے اور یہیں سے طلباء قابل ترین عالم باعمل بن کر نکلتے رہے۔ آج بھی آپ کے زمانے کے فارغین خدمتِ اسلام میں بہت ہی حسن و خوبی سے انجام دے رہے ہیں اور زمانے کی قابل ترین شخصیتوں میں شمار ہے۔ نصف صدی سے زائد تک آپ نے دارالعلوم کی خدمت میں مصروف رہے اور بحمدہ تعالیٰ دارالعلوم ممتاز حیثیت سے ترقی کرتا رہا۔ ۱۹۴۴ء میں جبکہ پیرانہ سالی کی وجہ سے اس بار کو اٹھانے سے طاقت جواب دے دی تو آپ نے اس ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کرلی۔

بیعت و خلافت

آپ نے اپنے والد محترم کے انتقال کے بعد اپنے حقیقی چچا حضرت مولانا سید شاہ کریم اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ جن کو اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا سید شاہ فضل اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے ماموں حاجی الحرمین حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ قطبِ ویلور رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کرکے خلافت حاصل کی۔

نکاح و اولاد

ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ میں نظامت دارالعلوم لطیفیہ کے منصب قبول فرمانے کے چند سال بعد آپ کا نکاح پُر فلاح اپنے رشتہ داروں ہی میں زنگل

حیدرآباد میں ہوا۔ ان سے دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے ۱۹۰۱ء میں حضرت سید فضل اللہ قادری پیدا ہوئے جن میں سے ایک صاحبزادی کا نکاح بنگلور کے بڑے مکان میں ہوا اور ایک کا مدراس شہر میں ہوا۔ اور صاحبزادے کا نکاح حضرت مولانا ابو صالح سید شاہ احمد قادری ابن سید شاہ مصطفےٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ جاگیردار قریہ بنگل ریاست حیدرآباد کی ہمشیرہ سے ۱۹۲۰ء میں ہوا۔ آپ نے خود اپنے ہاتھ پر اپنے صاحبزادے سے ماہ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء میں بیعت لی اور پھر ان کو خلافت عطا کی۔

سفرِ حج

۳ رشوال المکرم ۱۳۳۸ھ بروز دوشنبہ بوقت ۲ بجے دن مطابق ۱۹۲۰ء کو حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ زیارت حرمین الشریفین کو تشریف لے گئے۔ بعد فراغ فرائض حج کے حضرت مکی چند روز کے بخار میں دار فانی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اپنے محبوب سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون) وصال سے پہلے حضرت نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری رحمۃ اللہ علیہ جن کی سن شریف اس وقت ۴ سال کی تھی، کعبۃ اللہ شریف کے اندر بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس وقت آپ بھی کعبۃ اللہ میں موجود تھے۔ پھر آپ کی سرپرستی میں حضرت مولانا ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری رحمۃ اللہ علیہ زیارت حرمین الشریفین کے بعد بہ سلامت ماہ جنوری ۱۹۲۱ء ویلور کو تشریف لائے۔

سرپرستی مزاراتِ خانوادۂ ٹیپو سلطان

میں آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا سید شاہ فضل محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کو برٹش گورنمنٹ نے مزارات خانوادۂ ٹیپو سلطان واقع میسور کی نگرانی و سرپرستی سپرد کیا۔ والد کے وصال کے بعد ۱۳۱۱ھ میں اس کی سرپرستی و نگرانی منجانب گورنمنٹ آپ کے سپرد کی گئی اور اس کام کو ۱۹۶۳ء تک بہ حسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

قضاوت

سر قاضی ویلور مولانا غلام محمد غوث شریف صاحب جو دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور کے تعلیم یافتہ اپنے وقت کے قابل عالم باعمل و مفتی گذرے ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ شریف صاحب ویلور کے سر قاضی ہوئے۔ ۱۹۵۵ء ہوا ان کے وصال کے بعد جب کوئی صحیح معنی میں اس کا اہل قضاء کی جگہ میں نہ آیا تو لوگوں نے آپ کو اس اہم ذمہ داری کے سنبھالنے پر زور دیا بالآخر آپ نے مجبور ہوکر اس کو قبول فرمایا اور گورنمنٹ نے آپ کو قضاوت کے عہدے پر مامور فرمایا۔ ۱۹۶۲ء میں جبکہ آپ بہت ہی کمزور ہوگئے اور چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی تو آپ نے قضاوت اور سرپرستی مزارات خانوادۂ ٹیپو سلطان کی ذمہ داری اپنے صاحبزادے حضرت سید شاہ فضل اللہ قادری مدظلہ العالی کے سپرد فرمادی اور گورنمنٹ نے بھی منظور فرماکر ان عہدوں پر موصوف کو مامور فرمایا۔

اوصافِ حسنہ

اللہ والوں کے گھر اللہ والے بن کر پیدا ہوئے ماحول بھی اللہ والوں کا ملا اور انہیں کے سایۂ کرم میں تربیت پاتے رہے اور پھلے پھولے۔ پھر اندازہ فرما سکتے ہیں کہ کیسی خوبیوں کے مالک ہوں گے۔ صدق و خلاص، صبر و توکل، ایثار اور قربانی کی خوبیاں آپ نے آباء و اجداد سے گویا ورثہ میں پایا تھا۔ بہت ہی نرم طبیعت اور خلیق واقع ہوئے تھے۔ ہر شخص سے خواہ وہ بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا خندہ پیشانی سے ملتے اور اس کی ہر معاملے میں دلجوئی فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایک کے پاس آپ مقبول تھے۔ ایک نادان بچہ بھی آپ سے بہت زیادہ انس رکھتا تھا۔ بزرگان مکان سے نسبی تعلق کے ساتھ ساتھ روحانی تعلق بھی بہت گہرا رہا اور تا زندگی انہیں بزرگوں کے اصول عمل کو آپ نے اپنے لئے مشعل راہ بنایا۔ جو کوئی اہل حاجت آپ کے پاس آئے۔ جس طرح بھی ممکن ہوتا فوراً اس کی دلجوئی و حاجت روائی فرمانے کی سعی بلیغ فرماتے۔ جب تک کہ اس کے کام کو پورا نہ فرماتے اس وقت تک آرام و چین سے نہ بیٹھتے۔ آپ کی صحبت پر فیض پانے والوں کا بیان ہے کہ قدرت نے آپ کے کلام میں شیرینی و جاذبیت ایسی عطا فرمائی تھی کہ جو

کوئی آپ کی محفل میں بیٹھتا تو اس کا جی یہی چاہتا کہ آپ کی دلنواز باتیں سنتا ہی رہوں اسی طرح حاضر جوابی کا ملکہ آپکے اندر بہت زیادہ پایا جاتا تھا. جس نے جیسا سوال کیا فوراً آپنے اس کا اسی وقت جواب دیا. فریش ہونے سے پہلے تک آپ اپنا ہر چھوٹا بڑا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے ہوئے اور حتی الامکان کسی کو اس کی زحمت نہ دیتے آپکے صاحبزادے حضرت سید شاہ فضل اللہ قادری فرماتے ہیں کہ جب سے آپ فریش ہوئے اور ہم لوگ آپ کی خدمت کرنے لگے تو اکثر آپ غمگین ہو کر فرماتے کہ مجھے اس کا بہت ہی افسوس ہے کہ میں آپ لوگوں کو خدمت میں زحمتیں دے رہا ہوں." نازلیست آپنے کسی کے حق میں حاضراً یا غائباً کوئی ایسا قول وفعل اختیار نہ فرمایا جس سے اس کو کوئی تکلیف ہو اور نہ آپ نے اپنی جانب سے کبھی کسی کو شکوہ کا موقع دیا. فریش ہونے سے پہلے تک جو آپ کا یومیہ جو معمولِ خاص تھا کبھی اس میں فرق نہ آیا، ہمیشہ اس کے پابند رہے ہمیشہ بعد نماز فجر دیر تک بیٹھکر تلاوت قرآن کریم فرماتے رہتے مطالعہ وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ قدرت کا بہت بڑا عطیہ یہ بھی تھا کہ قوت حافظہ یعنی یادداشت میں کبھی آپکے ذرا فرق نہ آیا. طبیعت میں ظرافت تھی لیکن شائستگی سے بھرپور، کبھی ایسے الفاظ زبان سے نہیں نکلتے جس پر ہزل کا اطلاق ہو، اکثر ایسے مزاحیہ جملے استعمال فرماتے جو پر مغز اور مخاطب کے لئے جواب کا قائل ہوا کرتا تھا.

وفاتِ حسرت آیات

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۶۳ء کی شب کو بوقت تین بجے جان آپ جانِ آفریں کو سپرد کر کے مقصود کو پہنچ گئے. (انا للہ وانا الیہ راجعون) انتقال کے وقت آپ کی سن شریف چورانوے ۹۴ سال دو ماہ تمانت دن کی تھی. وصال آپکا میلاپور مدراس میں ہوا، اور ابدی نیند کیلئے جنت نشان مکان حضرت قطب ویلور حسب فرمان لایا گیا. آپکے جنازے کی نماز حضرت مولانا ابو المنتہر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری مدظلہ العالی نے پڑھائی اور آپ کو گنبد اقطاب ویلور کے جنوبی حصے میں سپرد خاک کیا گیا.

ہم تمام بارگاہِ رب العزت میں دست بہ دعا ہیں کہ خالق کائنات رحمٰن ورحیم اپنے حبیب پاکؐ کے صدقے میں آپ کو اعلیٰ علیین میں شایان مقام عطا فرمائے اور اپنی قربیت خاص سے نواز ے (آمین ثم آمین بہ جاہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم)

رفت آں طاؤس عرشی سوئے عرش
چوں رسید از بانگ انش بوئے عرش

(صفحہ ۳۶ کا سلسلہ) میں کام آنے والی نہیں، علاوہ رکھے اور جادۂ شریعت پر قائم رہنے اور آخرت کے بہتر نتائج کے حاصل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے. (آمین) زیادہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو.

(مترجم محمد طیب الدین اشرفی مونگیری)

ترجمہ مکتوب سالک مسالک شریعت و طریقت واقف و موافق معرفت و حقیقت حافظ القرآن حاجی الحرمین حضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری نقوی

(المشہور بہ قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ)

از:- مولانا مولوی محمد طیب الدین صاحب اشرفی مونگیری

یہ مکتوب جناب قاضی حسن شریف المعروف بہ شاہ علی صاحب قاضی لشکر منگلور کے نام ان کے سوالات کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا تھا.

حمد و صلوٰۃ اور دلی دعا و سلام کے بعد التفات نامہ مؤرخہ ۱۶ رشعبان المعظم ۱۲۴۶ھ ہم کو کمال کرم کے ساتھ جو اس مسکین کے نام سے تھا، مسائل مستفسرہ کے کاغذ کے ساتھ مخلصی حافظ مرتضیٰ صاحب کے معرفت پہنچا، جو مسائل شرعیہ کے دریافت کرنے کی جانب مشعر ہے دل کو بہت زیادہ خوشی حاصل ہوئی، اللہ کا شکر ہے اس گیا اس زمان غفلت نشان میں کون ہے جو مسائل شرعیہ کو دریافت کرے اور مقدمات شرعیہ کا نفاذ اور امور مذہب کو جاری کرے. ہائے افسوس! لوگوں نے کتاب و سنت کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے اگر کسی کو کوئی اس کے بیوی بچوں کے بارے میں سخت سست کہے تو جان سے ہاتھ دھونے کو تیار ہو جاتے ہیں اور خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے واسطے جان دینے کا ذکر تو کیا ہے، سست بات تک سننا گوارہ نہیں فرماتے. ایک بار افسوس نہیں بلکہ سو بار افسوس ہے. ایسے وقت میں مسائل دریافت کیا گیا ہے. بہت ہی بھلا معلوم ہوا کہ تمہارے باطن میں بھی شریعت مطہرہ نے قرار پیدا فرما دیا ہے. کوزے سے وہی شے ٹپکتی ہے جو اس میں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ تمہارے اندر اور تمہارے ہر شان کے اندر برکت عطا فرمائے. یہ مسکین، کم فرصت ہونے کی وجہ سے اس وقت تک مسائل کا جواب تحریر کرنے سے قاصر رہا اور جانے والے کی عجلت کی وجہ سے جواب کے مسودہ کو دوبارہ دیکھے بغیر صاف کروا کر بھیج رہا ہے اور کچھ چیزیں سوالات کے اندر صحیح دیکھنے کے موافق کم اور زیادہ بھی کیا ہے. اللہ تبارک و تعالیٰ سے امید ہے کہ خطاء اور بھول کو معاف فرمائے. اے رب! ہمارے ایسی چیزوں سے بار آور نہ فرما جس کی طاقت ہم نہیں رکھتے.

نیک بخت! آج وہ زمانہ ہے کہ اسلام انتہائی غربت و کمزوری رکھتا ہے اور ایسا زمانہ ہے کہ تھوڑا عمل کثیر اجر کے بدلے درجۂ مقبولیت تک پہنچاتا ہے. مسلمان غریب ہو چکے ہیں اور روز بروز غریب ہی ہوتے جا رہے ہیں، کون ایسا نیکبخت ہے جو اس افلاس کے وقت میں زندہ بدعتوں کو ختم کرے اور سنن متروکہ کو زندہ کرے اور نماز پنجگانہ جو اسلام ربانی ہے پورے اطمینان و جماعت سے تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کرے. اس لئے کہ اسلام صرف زدہ خواہ حاکم حقیقی کے نزدیک یا حاکم مجازی کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ہے اور جلد ختم ہو جانے والی لذتوں سے جو قبر میں ساتھ نہیں رہے گی، فریب نہ کھائیں اور موت کا ذکر اور آخرت کے خوف کو مقصود نظر رکھیں، کام اصل میں یہی ہے اور باقی کچھ نہیں. اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا کی بیکار گرفتاریوں سے جو آخرت (باقی صفحہ ۱۷ پر ملاحظہ ہو)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از:- حضرت مولانا
ابو صالح سید شاہ احمد قادری



جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا لازمی نتیجہ طاعت کے بغیر محبت رسول صلے اللہ علیہ وسلم قرار نہیں پاتی اسی طرح طاعت بھی اس وقت تک مقبول نہیں جبتک اس میں محبت شامل نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ عارفان شریعت نے طاعت کے بغیر محبت اور محبت کے بغیر طاعت ہر دو صورتوں کو بدعت قرار دیا ہے اگر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن آپ کے احکام کی اطاعت نہیں کرتے تو کوئی معمولی شخص بھی آپ کے اس دعوے کو سچا نہیں سمجھے گا. عشق کا اولین تقاضہ یہی ہے کہ آدمی محبوب کے ہر اشارۂ ابرو پر تسلیم خم کر دے ؂

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن

اسی طرح اگر آپ طاعت میں تو بڑی سرگرمی دکھلاتے ہیں لیکن آپ کا دل عشق و محبت کے جذبات سے خالی ہے تو یہ ایک ایسی بات ہوگی جیسے ایک چھلکے سے مغز نکال کر اسے بیکار کر دیا جائے. وہ اصحاب فہم و بصیرت جو محبت کے بغیر اطاعت کو منافقت گردانتے ہیں، غور کیا جائے تو ان کا نظریہ بڑی حد تک صحیح نظر آتا ہے. بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی خارجی دباؤ کے تحت مطیع و فرماں بردار بنا رہتا ہے لیکن دل میں اس کے اندر بوئے تسلیم و رضا کا نام تک نہیں پایا جاتا. جوں ہی وہ بیرونی دباؤ ختم ہوتا ہے تسلیم و انقیاد کے بجائے طبیعت پھر سرکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے. اسی لئے اسلام میں طاعت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ محبت رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) پر بھی زور دیا گیا ہے خود حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں تم میں کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جبتک میں اسے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں. بیٹے اور باپ کی محبت تقاضائے طبیعت ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عقل و وجدان کی طلب ہے، اسی لئے شاہ ولی اللہ نے فرمایا. کمال ایمان یہ ہے کہ تقاضائے عقل تقاضائے طبیعت پر غالب آجائے. عقلی تقاضے طبعی تقاضوں پر کب غالب آتے ہیں. اس وقت جب یہ جذبات میں رچ بس کر خود انسان کی رگ و پے میں خون بن کر گردش کرنے لگیں. یہی وجہ ہے کہ شریعت محض ظاہر میں سر جھکاؤ نہیں چاہتی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجے کے جذباتی لگاؤ کا بھی مطالبہ کرتی ہے. عبد اللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھے. آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے. عمرؓ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں. آپ نے فرمایا. اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جبتک میں تم کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں، تم مؤمن نہیں ہو گے (بخاری)

اسی محبت آمیز تنبیہ کا اثر تھا کہ اسے سنتے ہی حضرت عمرؓ نے اعلان کیا کہ: "اب آپ مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہوگئے". یہ محبت اتنی بڑھی کہ تاریخ بتاتی ہے. رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ یاد آتا تو رونے لگتے اور روتے روتے بے خود ہو جاتے. یہی حضرت عمرؓ تھے کہ دور خلافت میں ایک دفعہ ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضؓ

نے ان سے شکایت کی۔ ابا جان میری تنخواہ تھوڑی اور حضرت اسامہ کی زیادہ۔ حالاں کہ میں کسی معاملہ میں پیچھے نہیں ہوں تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا: بیٹا! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ محبت کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ محبوب جس چیز سے محبت رکھتا ہو اس سے محبت قائم کی جائے، یہی وہ اصول ہے جو بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے ان سے بھی محبت فرما۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔ عرب سے محبت رکھو اس لئے کہ میں عربی ہوں اور یہ کہ عرب سے بغض رکھے گا تو مجھ سے [illegible] بغض رکھنے لگو گے وہ لوگ جو اسلام کو یبوست، خشک مزاجی اور عبوسیا قمطریرا بنانے کا علمبردار بنائے ہوئے ہیں وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جذبات سے متعلق نہیں سمجھتے، انہیں صحابہ رضی اللہ عنہما کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہئے وہ دیکھیں گے کہ محبت اور انتہائی وارفتگی کی محبت کے جو مناظر یہاں پائے جاتے ہیں، وہ چشم فلک نے شاید ہی کہیں دیکھے ہوں۔ جنگ احد کا واقعہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر ایک شخص زخموں سے چور کراہ رہا ہے۔ آپ اس کے پاس پہنچیں، پانی پلایا، سانس اکھڑ رہی ہے لیکن ام المومنین نے دیکھا کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے۔ آپ نے کہا۔ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان پر خدا کی رحمتیں ہوں، کاش ان کو یہ پیغام پہنچا دیا جائے کہ ان کا غلام زیاد رضی اللہ عنہ دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ ام المومنین بارگاہ رسالت میں پہنچیں۔ زیاد کا پیغام دیا۔ آپ بے قرار ہو کر تشریف لائے۔ زیاد آنکھیں کھولو۔ دیکھو میں آگیا ہوں۔ زیاد کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا کہ زیاد کوئی آخری تمنا؟ اور زیاد نے عرض کیا۔ صرف ایک تمنا ہے اور انہوں نے جسم کو آگے گھسیٹ کر اپنا سر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدموں پر رکھ دیا۔ ان کے ہونٹ آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اپنے رب سے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی کی حیثیت سے اور اسلام سے دین کے طور پر راضی ہوں۔ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک آدمی مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر اطاعت میں کامل نہیں ہوتا اس سے گناہ گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں لیکن چوں کہ اس کے دل میں اللہ و رسولؐ کی محبت ہوتی ہے اس لیے وہ راندۂ درگاہ نہیں ہونے پاتا اور گناہ کے باوجود اس کی طرف اسلام کی چشم التفات قائم رہتی ہے۔

حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں عبد اللہ نامی ایک شخص تھا جس کا لقب حماد تھا، وہ آں حضرتؐ کو واقعہ سنایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ شراب نوشی کی وجہ سے اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ اسے کوڑے بھی لگ چکے تھے تو ایک شخص کہنے لگا۔ اے خدا یہ بار بار شراب پینے کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے اس پر لعنت فرما۔

حضور آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس پر لعنت مت بھیجو، بخدا میں جانتا ہوں کہ یہ خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اس واقعہ سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگی کہ اسلام رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محض اطاعت ہی کا تعلق جوڑنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں آپ کے لئے محبت کے شدید جذبات پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس سے یہ بھی مطلوب ہے کہ حضرت صدیق اکبر کی طرح حضور انور حبیب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام آنے پر دل میں ہلچل پیدا ہو جائے اور آنکھیں وفور جذبات و محبت سے بھیگ جائیں۔

عندلیب گلشن لطیفہ

سال گذشتہ اس عنوان کے تحت مولانا مرحوم کے پورے حالات زندگی شائع ہو چکے ہیں۔ اس سال انتقال پر ملال کے بعد بہ طور تکملہ نیز اسی عنوان کے تحت ان کے حالات کے بعض چھوٹے گوشے کو شائع کیا جا رہا ہے

مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۶۳ء مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ کو مولانا شاہ محمد قاسم صاحب مرحوم دار فانی سے خیر باد کہتے ہوئے معبود حقیقی مسجود تحقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحوم کی حالات زندگی جو گذشتہ سال کے رسالہ اللطیف میں شائع ہوئے ہیں اس میں یہ بات آچکی ہے کہ آپ کی تعلیم دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان قطب ویلور میں شروع از ابتدا تا انتہا ہوئی۔ قابل اساتذہ اور قطب وقت کے زیر سائے آپ نے تربیت پائی تھی۔ اس کا نتیجہ تھا۔ قدرت نے آپ کو شرافت و بزرگی سے نوازا تھا۔ پوری زندگی آپ کی تقویٰ و طہارت میں گذری۔ ہر معاملے میں خواہ امور خانہ داری ہو یا تجارتی معاملہ۔ ہر جگہ ہر حال میں شریعت مطہرہ کو مقدم رکھا اور اسی کی روشنی میں جملہ امور کو انجام دینے کے لئے کوشاں رہے ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ پوری زندگی کا ہر گوشہ اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھل جائے، صبر و توکل، حلم و بردباری آپ کے اندر بہت زیادہ پائی جاتی تھی۔ کوئی خواہ کچھ بھی کہا کرے۔ آپ خاموش سنا کرتے تھے۔ نمایاں طور پر لوگوں میں مقبولیت کی حامل جو صفت ہوئی وہ یہ کہ آپ نے تا زیست کسی پر انگشت نمائی نہیں کی۔ ہمیشہ آپ نے لوگوں کی بد سلوکی و عیوب کو نظر انداز فرما کر ان کی خوبیوں و احسان ہی کو ذکر فرمایا۔ کبھی آپ کی زبان سے لوگوں کے متعلق کسی نے شکوہ نہیں سنا بلکہ اگر محفل میں ہوتے اور اہل محفل کسی پر نکتہ چینی کرنے لگتے تو اس وقت بھی آپ کی زبان سے بس اتنا ہی سنا گیا کہ اللہ ان کو ہدایت دے اور توفیق خیر بخشے۔

طبیعت میں نرمی صلح پسندی بہت زیادہ تھی کبھی مسلمانوں میں شہر کے اندر جھگڑوں کا وہیں ختم فرما دیا، نیز یہ آپ کی نمایاں خصوصیت رہی کہ جہاں کہیں بھی بیٹھ جاتے بذات خود ایک انجمن ہوتے۔ حقوق اللہ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے جس طرح اس کو پورے اہتمام سے ادا فرمانے کی کوشش کرتے، اسی طرح حقوق العباد کی بھی اہمیت آپ کی نگاہ میں بہت زیادہ رہی اور اسکی تاکید اپنے بچوں سے فرماتے رہے کہ اس حال میں ہو کہ تمہارے اوپر کسی کا کوئی حق نہ ہو۔ پریشانیوں کا ایک وقت ایسا آیا جبکہ آپ کو تجارت میں خسارہ ہو گیا اور مقروض بھی ہو گئے اس کے باوجود آپ نہایت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے حقوق العباد کے تحت لوگوں کی واجب الادا رقم کو ادا کر کے سبکدوشی حاصل کی اور اس کی خوشی آپ کو بہت زیادہ رہی اور ہمیشہ شکر رب بجا لاتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حقوق العباد جیسی ایک اہم ذمہ داری سے نجات دی۔ اسی طرح امانت داری آپ کے اندر پورے طور پر پائی جاتی تھی، کسی کا ایک پیسہ بھی آپ باقی نہ رکھتے، چنانچہ ایک مرتبہ ڈسٹرکٹ کلکٹر رچرڈ (RECHARD) کو جب آپ سے کنٹرولر (Controler) نے تعارف کرایا تو یہی الفاظ اس کی زبان پر تھے کہ وہ شخص ہیں کہ روپیہ یا اور کسی شے کی گٹھری باندھ کر لوگ آپ کے پاس رکھ دیتے ہیں اور پھر اسی طرح جس طرح دیا اٹھا لے آتے ہیں

کبھی بھی لوگوں کو لکھنے پڑھنے کی نوبت نہ آتی۔ بزرگانِ مکان قطب ویلور قدس سرہ العزیز سے آپ کو بہت زیادہ گہرا قلبی تعلق رہا اور ہمیشہ ان کا دم بھرتے رہے۔ ان ناموں پر مرنا جینا اپنے لئے باعث فخر تصور فرماتے تھے اور ہمیشہ ان ہی بزرگوں کے اصولِ زندگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائے رہے۔ ہمہ وقت ہر جگہ ان حضرات کی خدمت کرنا اپنے لئے سرمایۂ حیات گردانتے رہے۔ ان حضرات سے عقیدت و محبت کا اندازہ آپکے ان الفاظ سے لگائیے۔ حضرت مولٰنا رکن الدین سید شاہ محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور کسی تقریب کے موقع پر وانمباڑی تشریف لے جا رہے تھے۔ آپکے جانے سے پہلے مولٰنا مرحوم کو اطلاع دے دیا کہ میں وانمباڑی آ رہا ہوں تم بھی آجاؤ، میرے ساتھ رہنا ہے اس وقت مولانا نئے نوشہ تھے، چند ہی دن آپ کی شادی کو ہوئے تھے (آپ کی شادی نریم پیٹ میں جو آمبور سے قریب ہی ہے جناب حاجی شیخ فرید صاحب کی صاحبزادی سے ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ اور حضرت ہی نے نکاح پڑھایا تھا) مرحوم کا انتقال سال گزشتہ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ میں ہوا۔ خبر ملتے ہی فوراً مولانا وانمباڑی کو تشریف لائے اور آپ کی خدمتِ عالیہ میں آپکے ساتھ تا قیام وانمباڑی رہے اسی دورانِ قیام میں میزبان سے کسی گفتگو کے درمیان آپنے فرمایا کہ اچھا اب میں آپسے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپکے مہمان سے میرا مہمان بڑھکر ہے یا آپ کا۔ آپکے اس جملہ کو سُن کر اس نے جواب دیا۔ بے شک آپکا مہمان میرے مہمان سے بدرجہا افضل و بہتر ہے یعنی مولٰنا نے اپنے کو صاحب خانہ کا مہمان اور حضرت کو اپنا مہمان تصور کرتے ہوئے فرمایا اور اسی تصور کے تحت آپ کو [illegible] خدمتیں کرتے رہے۔ ہر ماہ جبتک کہ بزرگانِ مکان کی ملاقات سے مشرف نہ ہوتے اس وقت تک آپ کو سکون و اطمینان نہ ہوتا۔ ہر حال میں ان کے بزرگوں کے خیر خواہ رہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو اپنے اس قلبی تعلق پر ناز رہا اور دین و دنیا کے فکر و غم سے مطمئن رہے۔ چنانچہ مرض الموت میں مبتلا رہنے سے چند گھنٹے بیشتر آپنے گفتگو کے دوران پہ لوگوں سے یہ جملہ فرمایا کہ جس نے حضرت مکان میں قدم رکھا یقیناً وہ موت سے نہیں ڈرتا۔ کثیر امور ہونے کے باوجود ہمیشہ آپ مطالعہ کتب فرماتے رہے اور اکثر مطالعہ میں مشکوٰۃ شریف رہی اور تصوف کی کتابوں میں "جواہر حقائق" سے زیادہ تر لگاؤ رہا۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ اللہ کی بہت بڑی نعمت آپکے شاملِ حال یہ رہی کہ قوت حافظہ آپکا بہت ہی بلند رہا اور تا زیست اس میں فرق نہ آیا۔ چنانچہ یہ واقعہ آپ کا بہت ہی مشہور ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ آپکے ماموں جناب مولوی عبدالوہاب مرحوم آپ سے فرما رہے ہیں کہ کیا تم کو فلاں خطبہ جو ہم جمعہ میں پڑھا کرتے تھے، یاد ہے تو آپنے فرمایا کہ نہیں۔ مرحوم نے فرمایا کہ سنو میں پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد وہ پڑھنے لگے اور آپ سنتے رہے۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو پورا خطبہ بعینہٖ یاد تھا۔ ایک مرتبہ آپنے اس کو اپنی پھوپھی سے سنایا اور اس کے بعد جمعہ میں وہی خواب والا خطبہ دیا اور ہمیشہ اسی کو دیتے رہے۔ ہمیشہ یہ آپکا معمول رہا کہ صبح بہت ہی سویرے اٹھتے اور کافی دیر تک تلاوت قرآن عظیم فرماتے رہتے پھر اس کے بعد نماز تہجد ادا فرماتے۔ وظائف میں آپ کو قصیدہ بردہ شریف سے بہت زیادہ شغف رہا اور بہت ہی ذوق و شوق سے اس کو پڑھتے۔ اس شغف اور قلبی تعلق کا اثر ملاحظہ فرمائیے کہ جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور آپ کو مشن ہسپتال میں داخل کیا گیا کئی روز تک مسلسل آپ بے ہوش رہے کوئی صورت ہوش کی نظر آتی۔ تو ایک روز آپکے سامنے قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا۔ فوراً آپ ہوش میں آگئے اور پہلا ذکر بزرگان مکان ہی کا زبان پر آیا اور ان کے شرف زیارت کی تمنا ظاہر فرمائی۔ حسبِ تمنا صاحبزادوں نے ان بزرگوں کو آپ کے تمنا و آخری آرزو کی اطلاع فرمائی۔ ان رحم و کرم کے پیکر جنہوں نے ہمیشہ سبھوں کی خصوصاً اپنوں کی ہر حال میں دستگیری فرمائی۔ اطلاع ملتے ہی حاضر ہوئے اور اپنی زیارت سے نوازا۔ اس وقت بھی آپ اچھی طرح ہوش میں تھے اور ملاقات سے مشرف ہوئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر بے مثل خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں بقول شخصے کہ اب تک شہر آمبور میں ان خوبیوں کا انسان نہ پیدا ہوا اور

نہ امید کی جا سکتی ہے (واللہ اعلم بالصواب) اس لئے کہ قرائن ہی ایسے ہیں، جن کی اچھائیوں کے معترف آج بھی اپنے اور غیر سب ہیں، گویا "الفضل ما شهدت به الاعداء" کے پورے مصداق ہے چنانچہ غیروں کی نگاہ میں آپ کتنے مقبول تھے ذیل کے واقعہ سے لگائیے کہ ایک مرتبہ آپ آمبور سے ویلور کو بس میں تشریف لا رہے تھے اسی زمانے میں وانمباڑی میں فساد ہوا تھا اور جس نے یہ فتنہ انگیزی کی تھی وہ بھی اس بس میں موجود تھا جو بہت ہی متعصب مسلمانوں کا تھا بس میں جگہ نہیں تھی اور کچھ تعصباً غیر مسلموں نے جگہ نہ دی لیکن شخص مذکور نے آپ کو دیکھا تو فوراً لوگوں کو ہٹا کر کافی وسیع جگہ آپ کے لئے بنائی اور آپ کو بٹھایا اور راستے بھر نہایت ہی ادب و احترام سے آپ سے گفتگو کرتا ہوا آیا، خلق کے اندر آپ بہت زیادہ مقبول رہے اگرچہ مقبولیت کی تفصیل سال گذشتہ میگزین میں آچکی ہے لیکن مزید اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو ہر ایک سننے والے کا دل غمگین اور آنکھیں تر تھیں اور جنازے میں شرکت کرنے والوں کی تعداد حقیقت یہ ہے کہ آج تک میری نگاہوں نے نہیں دیکھا اور شہر آمبور کے لوگوں کا کہنا ہے آج تک کسی کے جنازے میں اتنے لوگ شریک نہ ہوئے (واللہ اعلم بالصواب) آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے پڑھائی۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسے ہی اچھائیوں سے نوازے اور مولانا مرحوم کو اپنے خاص تربیت اور جوار رحمت سے سرفراز فرمائے

(آمین! ثم آمین)

اولاد و امجاد

چار صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا۔ سال گذشتہ کے رسالہ میں اگرچہ ذکر نکاح و اولاد آچکا ہے لیکن اس سال بہ غرض تعارف مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔ بڑے صاحبزادے مدیکار جناب محمد عبداللہ صاحب عرف باشو بہت ہی خلیق و ملنسار ہیں جن کی تعلیم شہر آمبور ہی میں ہوئی تعلیم سے فراغت کے بعد والد ہی کے زیر سایہ تربیت پاتے رہے اور انہیں کے زیر سایہ مختلف قسموں کی تجارت کرتے رہے پھر اس کے بعد والد ہی کے ساتھ تجارت کرتے رہے اور اب بھی والد ہی کی تجارت کو سنبھالے ہوئے چلا رہے ہیں۔ جس طرح آپ کے والد نے اپنے والد کے ہی کاروبار کو چلایا، اللہ تعالیٰ نے موصوف کو بہت کچھ نوازا ہے اور مزید نوازے۔

دوسرے صاحبزادے مدیکار جناب مولوی محمد حبیب اللہ صاحب جن کی ابتدائی تعلیم آمبور ہی میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے دار العلوم لطیفیہ میں قابل اساتذہ کے پاس رہ کر عربی و فارسی کے اندر اچھی خاصی استعداد پیدا کر لی تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ کا تقرر دار العلوم مذکور کے اندر بہ حیثیت مدرس کے ہوا۔ اور چند سال یہ اپنے خدمات انجام دیتے رہے۔ فارسی عربی اردو کے اندر بہت ہی بہترین استعداد ہے۔ خصوصاً فارسی میں بہت ملکہ حاصل ہے۔ ذہانت و حافظہ والد ہی کی طرح وراثتہً پایا ہے۔ بہت ہی خلیق و ملنسار و مخلص والد ہی کی طرح واقع ہوئے ہیں، مطالعہ بہت ہی وسیع ہے۔ اکثر عربی فارسی کی کتابیں آپ کے زیر مطالعہ رہا کرتی ہیں۔ آپ بھی تجارت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ نوازا ہے، اور بہت ہی بہتر حالت میں ہیں۔

تیسرے صاحبزادے مدیکار جناب محمد انوار اللہ صاحب بی۔ اے بی۔ ایل (B. A. B. L) اعلیٰ تعلیم پانے کے بعد چرم کی تجارت میں لگ گئے اور مدراس شہر و آمبور کے اندر آپ کی منڈیاں ہیں۔ کاروبار وسیع پیمانے پر چلا رہے ہیں، الحمد للہ بہت ہی بہتر حالت میں ہیں آپ بھی بہت ہی خلیق و ملنسار و نیک انسان ہیں اور اہل حاجت کی ہمیشہ حاجت روائی فرماتے رہتے ہیں اور ہمیشہ کار خیر میں حصہ لیتے رہتے ہیں اور اپنے والد و بھائیوں کی طرح بزرگان مکان سے بہت ہی لگاؤ و محبت ہے۔

چوتھے صاحبزادے مدیکار جناب امان اللہ صاحب جن کی تعلیم آمبور ہی میں ہوئی۔ حصول تعلیم کے بعد آپ بھی اپنے بھائی انوار اللہ صاحب ہی کے ساتھ ہی ان کے کارخانے میں اس کی ذمہ داریوں کو سنبھالتے

ہوئے چلا رہے ہیں۔

پانچویں صاحبزادے مدیکار جناب محمد عنایت اللہ صاحب بی ایس سی۔ (B.S.C) اونچی تعلیم حاصل فرمانے کے بعد آپ بھی اپنے جملہ بھائیوں کی طرح تجارت میں لگ گئے اور بہت ہی بہتر طریقے سے ان کا کاروبار چلا رہے ہیں اور بہتر صالحوں میں ہیں، ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ طبیعت ظریف پارٹی ہے۔ ملنسار، خوش خلاق واقع ہوئے ہیں اور طبیعت میں ایثار بھی پایا جاتا ہے کثر اہل حاجت کی حاجت روائی فرماتے رہتے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقے میں ان تمام کو دن دونی رات چوگنی ترقیوں سے نوازے اور اپنے والد بزرگوار ہی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے! اور انہیں کی خوبیوں سے نوازے

(آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

جواہر پارے

از: حافظ محمد کمال الدین عماد بلنجپوری

قول	حوالہ
۱). جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ان کو اپنا راستہ بتلائیں گے۔	احکام خداوندی
۲). گمراہوں کے سوا ایسا کون ہے جو کہ اپنے پروردگار کی رحمت سے ناامید ہو	
۳). نعمت کا ملنا آزمائش ہے کہ تم شکر کرتے ہو یا ناشکری	"
۴). بیشک یتیم کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو خدا کا عرش کانپ اٹھتا ہے	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
۵). پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو غریبی سے پہلے، فرصت کو مشغولی سے پہلے، حیات کو موت سے پہلے۔	"
۶). اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح بھروسہ کرتے ہو جیسا کہ کرنا چاہئے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے۔ پرندے صبح خالی پیٹ آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔	"
۷). بیشک رزق بندہ کو اس طرح ڈھونڈتا ہے جس طرح اس کی موت اسے ڈھونڈتی ہے۔	"
۸). جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کی تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے	"
۹). متکبر فردوس کے احاطہ میں بھی داخل نہیں ہو سکتا	"
۱۰). صدقہ فقیر کے سامنے باادب پیش کرو کیونکہ خوش دلی سے صدقہ دینا قبولیت کا نشان ہے	حضرت ابوبکر صدیق رض
۱۱). اگر تم لوگوں سے دولت میں نہیں بڑھ سکتے تو خندہ پیشانی و حسن خلق ہی میں بڑھ جاؤ	"
۱۲). جو امر پیش آتا ہے وہ نزدیک ہے لیکن موت اس سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے۔	"
۱۳). شرم مردوں سے خوب ہے لیکن عورتوں سے خوب تر ہے	"
۱۴). توبہ بوڑھے سے خوب ہے لیکن جوان سے خوب تر ہے	"
۱۵). جس نے مخلوق سے کچھ مانگا وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہے۔	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(باقی صفحہ ۴۲ پر ملاحظہ ہو)



از
مولوی سید مصطفیٰ حسین بخاری کرٹوی
(متعلم زمرۂ سابعہ و جنرل سکرٹری)
انجمن دائرۃ المعارف

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ایسی صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں کہ جن کے صحیح استعمال سے انسان انسانیت کے بلند مراتب پر فائز ہو جاتا ہے اگر ان صلاحیتوں کو غلط راستہ پر لگا دے تو مقامِ انسانیت سے سینکڑوں میل دور ہلاکت و بربادی کے بھیانک غاروں میں جا گرتا ہے۔ ان صلاحیتوں کو صحیح استعمال کرنے کیلئے بہت سے مذاہب و مفکرین و فلسفیوں نے جو اصول پیش کئے تھے، وہ اصول جزوی طور پر تو یقیناً فائدہ مند ثابت ہوئے لیکن مجموعی حیثیت سے ان صلاحیتوں کو بروئے کار لانے سے قاصر رہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ اسلام نے انسان کی اس صلاحیت کو جس کے ذریعے سے وہ خوشحال و فارغ البال ہو جاتا ہے کس انداز سے صحیح راستہ پہ لگانے کی تعلیم دی ہے۔ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ انسان کے اندر دولت جمع کرنے کی خواہش شدت کے ساتھ پائی جاتی ہے وہ چاہتا ہے کہ دنیا کی ساری دولتیں اکٹھا ہو کر اس کی ملکیت میں آ جائیں اور وہ رئیس الاعظم کہلائے۔ اسلام نے انسان کی اس خواہش کو پامال نہیں کیا بلکہ انسان کے اندر دولت کمانے کی جو صلاحیت ہے اس کو صحیح طریقے پر استعمال کرنے کیلئے ایک خاص اصول کے تحت رہنمائی فرماتے ہوئے منافع حسن و برکت فی المال کی ترکیب سے روشناس کراتا ہے جہاں اسلام نے انسان کو زر اندوزی اور خوشحال بننے کی اجازت دیکر حوصلہ افزائی کی ہے، وہیں اس نے یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ سرمایہ دار اس کے خرچ کے صحیح مصرف کو پہچانیں اس لئے کہ دولت ایک امانت ہے جس کا غلط استعمال خیانت کے مترادف ہے۔ ایسے شخص کو بارگاہ ربوبیت میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ شارع علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ اِنَّ الْاَکْثَرِیْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ (یعنی جو لوگ مالدار ہیں حقیقت میں وہی غریب ہیں) ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے دولت کے نشہ میں انجام سے بے خبر ہو کر اس کو صحیح مصرف میں نہیں لگایا یقیناً وہ دولت آخرت میں اس کیلئے وبالِ جان ہے نیز وہ انسان جس نے دولت جمع کیا اور خرچ کرنے سے گریز کرتا رہا وہ بھی اسی حکم میں ہے چنانچہ شارع علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:-

بَشِّرِ الْکَانِزِیْنَ بِرَضْفٍ (ان لوگوں کو عذاب کی خبر دیدو جو دولت کو اکٹھا کرتے ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہو کہ جس طرح دولت کا غلط استعمال ہلاکت ہے اسی طرح اس کو بچا بچا کر خزانہ جمع کرنا بھی ہلاکت و بربادی ہے لہٰذا لازم ہے کہ دونوں اس کے صحیح استعمال کا مصرف تلاش کریں جس کو اسلام نے وضاحتہً بتا دیا کہ دولت میں صرف تمہارا ہی نہیں، بلکہ اس میں غریب، مسکین، نادار، یتیم، بیوہ اور مسافر وغیرہ ان تمام کا حق ہے ان پر خرچ کرنا تم پر لازمی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ الخ

اور بتایا کہ تم اس وقت تک نیکی نہیں حاصل کر سکو گے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ اشیاء کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (قرآن مجید)

اس لئے کہ کامیابی اسی کے حق میں ہے جس نے اپنی پسندیدہ اشیاء کو

راہِ حق میں قربان کر دیا۔ یقیناً وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے تاکہ اس کو یقین ہو جائے کہ مقصد دولت جمع کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا جوئی ہے۔ اسی حقیقت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں واضح فرماتے ہیں۔

الید العلیا خیر من ید السفلی جب یہ بات انسان کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے تو وہ اپنے مقصد کے حصول میں گھر بار کو راہِ خدا میں لٹا کر اپنی عین کامیابی تصور کرتے ہوئے خوشی میں جھومنے لگتا ہے ؎

سکندر لوٹ کر بھی خوش نہیں دولت زمانے کی
قلندر مایۂ ہستی لٹا کر رقص کرتا ہے

اسی طرح حسن کی جانب مائل ہونا بھی انسان کی فطرت میں داخل ہے اس کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ ہر حسین شے اس کے قبضہ میں رہے تاکہ قدرت کے ایک قیمتی عطیہ سے مستفید ہو سکے اس لئے جہاں کہیں بھی حسین چیز نظر آ جائے تو اس کے حصول کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔ قدرت کی حسین اشیا میں سے صنف نازک بھی قدرت کا ایک عطیہ ہے لیکن ان عطیات کو صحیح استعمال کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ اصول بتائے ہیں جس کے دائرے ہی میں رہ کر انسان مستفید ہو سکتا ہے۔ اگر اس سے تجاوز کرتا ہے تو سرکشی و طغیانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسلام ان چیزوں کو خصوصی طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے انسان کی انسانیت اور اس سے استفادہ دونوں کی بقا چاہتا ہے اور اس کی صحیح راہ کو متعین کرتا ہے تاکہ اس کی تہذیب سے اس میں عفت پیدا ہو۔ اسلام انسان کو خوبرو اشیاء کے ساتھ موانست سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ان اسباب سے روکتا ہے جو اسے بہیمیت سے زیادہ خراب منزل میں ڈال دینے والی ہے۔ اسلام نے ان ذمائم کو روکنے کیلئے اس کے حدود قائم کر دیا ہے تاکہ ان حدود کو تجاوز کر کے دائرہ انسانیت سے خارج نہ ہونے پائے بلکہ بقائے نوع کے لئے اس سے موانست لازم قرار دیتا ہے لیکن اس کی راہ یوں پیدا کرتا ہے۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء الخ

حسب استطاعت ایک سے چار تک کی اجازت دی اور شارع علیہ السلام نے بھی ایک جگہ تنبیہاً ارشاد فرمایا ہے **النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔**

یعنی نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے تاکہ انسان ذمائم و رذائل کا خوگر ہو کر اپنے جوہر کو نہ کھو بیٹھے۔ پھر ازدواجی زندگی کے چند ایسے اصول سامنے رکھے جس سے ازدواجیت کی زندگی عمدہ و اعلیٰ طریقہ سے گذر جائے اور نااتفاقی سے طرفین میں تلخیاں پیدا ہو کر بیزاری حیات کا سبب نہ بن سکے۔ آج کے اس سائنٹفک دور میں انسان کی ذرا اس خواہش کو بھی ملاحظہ فرمائیں جو اس کے لئے مقصد حیات بن چکی ہے اپنی کمند فکر کو سماوات پر پھینک کر سائنسی ایجادات کے ذریعہ عالم پر چھا جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کی سائنسی ایجادات بام عروج پر پہنچ چکی ہیں۔ آفتاب کی شعاعیں اپنے قبضہ میں کر چکا ہے۔ خطرناک سے خطرناک جوہری اسلحے تیار کر کے اپنی ترقیوں کو جتلانا چاہتا ہے۔ ان سائنسی ایجادات سے اپنی زندگی کو پرلطف و پرکیف بنانے کیلئے کوشاں ہے لیکن افسوس کہ وہ بستر عیش و طرب پر بھی بےچینیوں کی کروٹیں بدلتا نظر آتا ہے۔ جب کبھی کسی دوسری جنگ عظیم کے ہولناک نتائج پر غور کرتا ہے تو تھوڑی دیر کیلئے مبہوت ہو جاتا ہے اور آج جبکہ دنیا اس سے کہیں آگے نکل چکی ہے ان کا یہ کہنا کہ ہم جوہری طاقت سے انسان کی خدمت کر کے اس کے لئے سکون و اطمینان کی راہیں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دعوی اسی وقت صحیح اور قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ جب اس دعوی کی صداقت پر کوئی معمولی قرینہ بھی دال ہو جس سے انسان اپنی امیدیں وابستہ کر سکے۔

" چند سال قبل امریکہ کے ایک مباحثہ میں وہاں کے مشہور سائنس داں پروفیسر پالنگ نے کہا کہ ایٹمی تجربات اگر فی الفور بند نہ کئے گئے تو بالآخر نسل انسانی پر تابکاری کے اثرات تباہ کن ثابت ہوں گے۔"

آج جوہری ہتھیار رکھ کر ایک دوسرے کو دھمکیاں اور چیلنج دینے کے نتائج انسانی زندگی پر یوں مرتب ہو رہے ہیں کہ ایک۔ یورپ

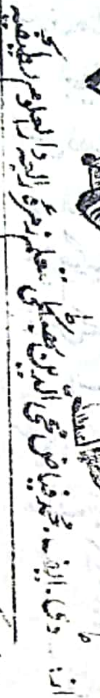
نشین سے بیکر تخت نشین کے دل میں یہ بات ہر وقت کھٹکتی ہے کہ نہیں معلوم یہ آتش فشاں کب پھوٹ کر انسانیت کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دے۔ اس کے مقابل اسلام کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ تسخیر کائنات اور اشیاء کائنات کو تحت تصرف میں لانے کی اجازت ضرور دیتا ہے لیکن اسے مقصود و منزل نہیں قرار دیتا ہے بلکہ اسباب کو اسباب ہی قرار دیکر مقصود کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ یہ کہتا ہے کہ ع
ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں " تاکہ اس کی بلند نگہی کہیں نہ رک جائے۔

بقیہ جواہر پارے

(صفحہ ۳۹ کا سلسلہ)

قول	قائل
۱۶) . تیری غفلت کی علامت اہل غفلت کے پاس بیٹھنا ہے	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۱۷) . لوگوں کے ذکر سے بچو اس لئے کہ وہ مرض ہے اللہ کا ذکر اپنے اوپر لازم کرو اس لئے کہ وہ شفا ہے	"
۱۸) . انصاف میں دیری کرنا انصاف کے مقصد ہی کو فوت کر دینا ہے۔	"
۱۹) . شرافت عقل و ادب سے ہے نہ کہ مال و نسب سے	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
۲۰) . احباب کے اٹھ جانے سے وطن پردیس ہو جاتا ہے	حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
۲۱) . حریص ہمیشہ فقیر رہتا ہے اگرچہ سارا جہاں اس کا ہو جائے	"
۲۲) . جو شخص حق کے خلاف کرتا ہے تو حق تعالیٰ خود اس کا مقابلہ کرتا ہے۔	حضرت علی رض
۲۳) . جب عقل کامل ہو جائے تو کلام کم ہوتا ہے جب کلام کم ہو جائے تو آدمی اکثر صحیح بات کرتا ہے	"
۲۴) . گمنامی کو پسند کر کے اس میں نام وری کی نسبت بڑا امن ہے	حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ
۲۵) . جو بات دل سے نکلتی ہے، دل میں جاتی ہے اور جب زبان سے نکلتی ہے تو کان سے آگے نہیں جاتی۔	حضرت عامر ابن قیس رض
۲۶) . اپنے بھائیوں کی ان چیزوں کو ذکر کرو جس کو تم اپنے حق میں ذکر کرنا پسند کرتے ہو اور ان چیزوں کو چھوڑ دو جس کو اپنے حق میں چھوڑنا پسند کرتے ہو	حضرت ابن عباس رض
۲۷) . عمل میں جلدی نہ کر اس کی خوبی کو ڈھونڈا ہو اسلئے کہ لوگ تم سے یہ سوال نہیں کریں گے کہ کب تمام کیا بلکہ اس کی اچھائی کو دیکھیں گے۔	افلاطون

اسلام کی شانِ عالمگیریت



اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جو اپنی خوبیوں و محاسن کی وجہ سے دنیا کے تمام مذاہب سے بلند و برتر ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب پر سبقت لے گیا اور بہت جلد ترقی کرتا چلا گیا۔ اسلام کا ہر اصول ایک ایسا زریں اصول ہے جو تمام لوگوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ اسلام کے اصول و اساس پر اگر کوئی شخص غیر جانبدارانہ نظر عمیق و نگاہ دقیق ڈالے تو اس کو ضرور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مذہب اسلام تمام مذاہب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جو دنیا میں امن و امان قائم کرسکتا ہے خون ریزی و قتل و غارت گری، لوٹ مار وغیرہ جرائم سے بچا سکتا ہے اس میں شبہ نہیں کہ صرف اسلام ہی کے اصول و ضوابط ایسے ہیں جس پر عمل کرنے سے انسان دنیوی و دینی کامیابی حاصل کرسکتا ہے، مذہب اسلام انسانیت کا دین ہے، اسلام کے اصول اور تعلیمات قرآن کسی طبقہ و گروہ کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا بلکہ پورے نوع انسانی کے لئے اتارا گیا، جیسا کہ قرآن مجید کا خطاب ہے۔

یاایھا الناس قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین (ترجمہ) اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آچکا اور کتاب روشن۔ —— اسلام ہی کو یہ شرف و عظمت حاصل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو اپنے نزدیک بہترین مذہب کہا، ارشاد باری ہے ان الدین عند اللہ الاسلام بے شک بہترین دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

اسلام ایک ایسا نور ہے جو گمراہی و ضلالت سے نکال کر نور و فلاح کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کا مقصد ہی یہی ہے کہ معاشرے کو سنوار دے اور اتفاق و اتحاد کا اعلیٰ درس دے کر افتراق و انشقاق کے تمام خلیجوں کو پاٹ دے، تہذیب و تمدن کے چشمے بہا دے اور امن و امان کا پرچم لہرا دے، اور عدل و انصاف کا علم بلند کرے اور غریبوں، مفلسوں و بیواؤں، یتیموں کی کرب انگیز آہوں کو جو دل کو ہلا دینے والی ہیں، بند کردے، اور ظالموں و سرکشوں اور بے رحموں کے ہاتھوں میں زنجیر ڈال دے۔

اسلام کا ہر اصول مہ و انجم اور اس کا ہر کارنامہ آفتاب و مہتاب ہے۔ اسلام ہر ایک کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرتا ہے اس نے عدل و مساوات پر بہت زور دیا۔ اس کا اندازہ اس تاریخی واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت مولائے کائنات کے سامنے انہیں کے خلاف یہ دعویٰ پیش کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میری زرہ لے لی ہے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوالحسن مجرم کے مقام پر کھڑے ہو کر جواب دو جس وقت مولائے کائنات کھڑے ہوئے تو آپ کی پیشانی پر شکن آگئی تھی۔ کیا میرا اس طرح کہنا ناگوار گزرا کہ اے ابوالحسن کھڑے ہو جاؤ تو آپ نے فرمایا، اسی وجہ سے مجھے

ناگوار معلوم ہوا کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ یہ کہہ سکتا کہ عمر رضؓ نے علی رضؓ کو مسلمان ہونے کی وجہ سے بجائے نام کے کنیت سے پکارا جو ہماری عدالتِ اسلامی کے لئے ایک بدنما داغ ہوتا۔

ہمیشہ اسلام جمہوریت پسند اور اس کا مزاج جمہوری رہا ہے اگر کسی دور میں مسلمانوں نے جمہوریت پسندی سے انحراف کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام جمہوریت پسند نہیں یا اس کا مزاج جمہوریت ختم ہوگیا بلکہ یہ ذمہ داری مسلمانوں کے ان چند افراد پر عائد ہوگی جنہوں نے اس کے اصول کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی۔

اسلام نے جب عالم کے سامنے خالص توحید کا تصور پیش کیا اور ایک خدا ایک رسولؐ پر ایمان لانا ضروری سمجھا اور اس نے صاف بتایا کہ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

تو تاریخ گواہ ہے کہ عرب کے غیور و جسور نے اس اصول کے سامنے سپر ڈال دی۔ خدا کے رسولؐ نے اعلان کر دیا کہ عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔

اسلام کے اس مساوات کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اس میں عوام اور خواص کیلئے کوئی علیحدہ علیحدہ جگہ نہیں اس مساوات میں سب برابر ہیں اور اسلام کے ضابطۂ حیات میں صرف کردار و عمل اس کے چھوٹے اور بڑے ہونے کیلئے معیار ہے نہ کسی کو نسلی اعتبار سے اور اقتصادی اعتبار سے فضیلت نہیں۔ عربوں میں نسلی برتری کا غیر معمولی احساس تھا یہ اسلام ہی کے معجزانہ تصرفات تھے کہ شعوب و قبائل کی تفریقیں ختم کر دیں۔ ——— مسلمانوں کے فتح بیت المقدس کے موقع پر عیسائی حکام نے ہتھیار ڈال دینے کے بعد یہ شرط لگائی کہ خود خلیفۂ اسلام تشریف لاکر اس شہر کا قبضہ فرمائیں اس کی اطلاع خلیفۂ وقت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پہنچائی گئی۔ امیر المومنین نے مجلس شوریٰ طلب کیا، وہاں کے لوگوں کے جذبات اور سیاسی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے فیصلہ طے ہوا کہ خود خلیفۂ اسلام تشریف لے جائیں۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک غلام کے ہمراہ تشریف لے جائیں اور روانگی کے وقت آپ نے یہ طے کیا تھا کہ ایک منزل پر خود اونٹ پر سوار ہوں گے اور دوسری منزل پر آپ کا غلام ہوگا اور اونٹ کی نکیل آپ کے ہاتھ ہوگی، غرض اس طرح سفر طے ہوتا رہا، جب شہر قریب آیا تو اس وقت غلام کی باری تھی، غلام نے عرض کیا شہر قریب ہونے کی وجہ سے آپ سوار ہو جائیں لیکن آپ ہرگز سوار نہیں ہوئے بلکہ اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کا غلام اپنی باری کے مطابق اونٹ پر سوار تھا، اور یہ مسلمانوں کے جلیل القدر خلیفہ اونٹ کی نکیل سنبھالے پیدل جا رہا تھا یروشلم کے اکابر شہر کے باہر خلیفہ کے استقبال کیلئے جمع تھے انہوں نے ایک پیوند لگے کپڑے پہنے ساربان کو آتے دیکھ کر پوچھا، خلیفۂ اسلام کی سواری کہاں ہے اور کب تک بیت المقدس پہنچے گی۔

جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہی پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے ساربان خود خلیفۂ وقت ہیں تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

اسلام میں کوئی رائے شماری کا طریقہ وضع نہیں کیا گیا یا پارلیمانی جمہوریت پر اصرار نہیں کیا گیا، بلکہ تقویٰ کو معیار فضیلت قرار دیا اور آپس کے مشورے کو جمہوریت کی جان کہا، خود خلیفہ کے انتخاب کا کوئی طریقہ خلفائے راشدین کے عہد میں متعین نہیں تھا بلکہ جس کو عوام نے اہل سمجھا نامزد کر دیا اور سبھوں نے بیعت کرلی۔

اسلام کے عدل و مساوات کو دیکھ کر غیر مسلم بھی متاثر و متعجب ہیں۔ آج بھی غیر قومیں متحیر و حیران ہیں اور اسلام کے دین فطرت ہونے کے مقر ہیں۔ اسلام ہی کی یہ شان ہے جس نے انسانی زندگی کے ہر گوشے کا حل پیش کیا۔ اور اس کے زلفِ پریشاں کو سلجھایا۔ آپس کے اتحاد پر اسلام نے بہت زیادہ زور دیا اور باہمی نفاق کی بہت زیادہ ملامت فرمائی، چنانچہ اس کے متعلق کثیر آیتیں و احادیث آپ کو

ملیں گی۔ ایک مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسے عمل کی خبر دوں جس کا درجہ روزہ، صدقہ، نماز، ان تمام سے زیادہ ہے تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہم جملہ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خبر دیجئے ایسے عمل کی جو ان تمام اعمال مذکورہ سے افضل ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپس کے بگڑے ہوئے حالات کی درستی، فسادات آپس میں ہلاکت ہے۔ عقل سلیم کی روشنی میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کا ہر زرین اصول جو اس نے انسانیت کی سنوار سنگھار کے لئے اہل عالم کے سامنے پیش کیا ہے اس کی ایک مثال بھی پیش کرنے سے دنیا ہنوز قاصر رہی ہے اور ہمیشہ رہیگی اس کا ہر اصول اس کو عالمگیریت اور ہمہ گیریت عطا کرتا ہے۔

(ڈی۔ ایف۔ فیاض محی الدین بھٹکلی)

(صفحہ ۴ کا سلسلہ)

کرے تو قبول کرنا ۴)، اسے چھینک آئے اور الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہنا۔ ۵)۔ سامنے اور پشت پیچھے خیر خواہی کرنا اور بڑی بات یہ ہے کہ ملاقات کے وقت السلام علیکم کہنا۔ سلام کا جواب دینا۔ سلام کا مطلب یہ ہے کہ ہماری آپس میں صلح ہے کیوں کہ متکلم، مخاطب کو السلام علیکم کہہ کر سلامتی کا ذکر کرتا ہے اور مخاطب اسے تسلیم کرکے وعلیکم السلام کہتا ہے۔ جس کے معنی ہیں تم پر بھی ہر طرح خیر و سلامتی رہے۔ ایک جگہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ۔ مسلم وہ شخص ہے جس کے ہاتھ و زبان سے دوسرے مسلمان سلامتی پائیں یعنی وہ شخص مسلمان نہیں ہو سکتا ہے جو دوسروں کو ذلیل سمجھتا اور برا بھلا کہتا یا اور کوئی ظلم کرتا ہے، جہاں تک ہو سکے دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے پرہیز کرنا مسلمانوں پر لازم ہے اگر ہم میں سے کسی کو ذرہ برابر بھی تکلیف پہنچے تو وہ جب تک معاف نہ کر دے خدا کے یہاں معافی نہیں ہو سکتی اور اس پر گناہ لازم رہتا ہے۔ ظلم کرنے سے حد درجہ پرہیز کرنا چاہئے کیوں کہ قیامت کے روز ظالم کی تمام نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی۔ اگر اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہو تو مظلوم کے گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ کر اسکو عذاب دیا جائے گا کسی شخص سے دشمنی اور عداوت نہیں رکھنا چاہئے۔ عن ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث فمن ھجر فوق ثلاث فمات فیہ دخل النار

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ روکا رہے اپنے بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ پس جو شخص اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھے، اس حالت میں مر جائے تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا، اور اتفاق سے رہنا ضروری ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔

اور مضبوط پکڑو اللہ تعالی کی رسی کو تم سب لوگ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اور یاد کرو اللہ تعالی کی رسی کو تم سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے محبت پیدا کر دی، ہمارے دلوں کے درمیان پس ہو گئے تم اس کی نعمت کی وجہ سے آپس میں بھائی بھائی ۵

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

میرے پسندیدہ اشعار

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری
اقبالؒ

اصل شہود شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں
غالبؒ

رہ طلب میں ادب ہی سے سرفرازی ہے
مزہ کلیم سے پوچھو برہنہ پائی کا
"

مرے جنون کا کر احترام اے دوست
ترا پتہ مری دیوانگی سے ملتا ہے
خمارانصاری

آ ہے تو بزم جاناں میں پندار خودی کے چھوڑ کے آ
ہوش و خرد کے دیوانے یاں ہوش و خرد کا کام نہیں
اقبالؒ

از: سید مرتضیٰ حسین دہلوی
(زمرہ اول)

صیاد بھی آپ، حلقۂ دام ستم بھی آپ
بام حرم بھی طائر بام حرم بھی آپ

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں جہاں وہ چاہتے رہتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

تمہیں کالی گھٹا کا بھی نہیں پہچاننا آتا!
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے
(شفیق)

دیکھ لو روئے رنگ ناکامی ؛ یہ نہ پوچھو کہ بیکسی کیا ہے

ساحل کو دیکھ دیکھ کے یوں مطمئن نہ ہو
کتنے سفینے ڈوبے ہیں ساحل کے آس پاس

شمع نے رو رو کے کاٹی رات سولی پر تمام
شب کو جو محفل سے تو اے زیب محفل اٹھ گیا

(ظفر شاہ)

حقوق العباد

از سید محبوب باشاہ

جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں
پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرض کیا ہے۔ اسی طرح
ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق ہیں جیسا کہ کلام پاک میں ارشاد
ہے "انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم"
(ترجمہ) تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں پس تم صلاح کرو
اپنے بھائیوں کے درمیان میں۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے یا ایھا الذین
آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم
ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن۔
(ترجمہ) اے ایمان والو! ہنسی ٹھٹھا نہ کرے ایک قوم دوسری قوم
سے ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے
شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور کسی کو برے نام سے پکارنا اور کسی کی غیبت
و چغلی کھانا اسلام میں ناجائز ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ
غیبت و چغلی کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ مثال دے کر فرماتا ہے۔
ایحب احدکم کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے
بھائی کا گوشت کھائے، جس طرح تم اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت
کھانے میں کراہت کرتے ہو۔ اس طرح اللہ کے نزدیک ایک دوسرے
کی چغلی کرنا بھی سخت مذموم ہے۔ ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ فرمایا۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مومنوں کی مثال دوستی میں رحم
و شفقت کرنے میں ایک جسم کے مانند ہے گر جسم کے کسی عضو کو تکلیف
پہنچتی ہے تو دوسرے عضو کو بھی تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ سعدی رحمۃ
اللہ علیہ اپنی بیش بہا
تصنیف "گلستان" میں فرماتے ہیں

چو عضوے بدرد آورد روزگار :: دگر عضوہا را نماند قرار

اس بارے میں جریر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور (صلی اللہ
علیہ وسلم) نے جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم و کرم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ
ان اللہ کریم یحب الکرم و یرضی بہ و لا یرحم اللہ
علیہ من لا یرحم الناس۔
اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ رحم و کرم کو پسند کرتا ہے اور اس سے
خوش ہوتا ہے اور حق سبحان تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر
رحم نہیں کرتا۔ ایک شاعر اس حدیث کی روشنی میں لکھتا ہے ع

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر :: نہ ہو درد کی چوٹ جسکے جگر پر

ایک اور حدیث میں ہے :- لا یؤمن احدکم حتی یحب
لاخیہ ما یحب لنفسہ تم میں سے کوئی اس وقت تک
مومن نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ پسند کرے اپنے بھائی کے لئے وہ چیز
جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے، کبھی تم پختہ مسلمان
نہیں ہوگے۔ جبتک کہ تم آپس میں محبت نہ کروگے اور محبت پیدا کرنے
کا ذریعہ یہ ہے کہ آپس میں ملتے وقت السلام علیکم کہا کرو۔ ایک اور جگہ
فرمایا گیا ہے ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں :-
۱) بیماری میں خبر لینا ۲) مرنے پر جنازہ کی نماز پڑھنا ۳) دعوت

تصرفات وفیوضات روحانی

مسئلہ تصرفات وفیوضات روحانی جو صدیوں سے علماء وصوفیہ کے درمیان مابہ النزاع رہا ہے کہ انبیاءؑ واولیاءؒ سے دنیا سے روپوش ہوجانے کے بعد فیوضات کا سلسلہ جاری رہتا ہے یا نہیں. جسد خاکی سے روح کو جدا ہونے کے بعد عالم مثال میں تصرف کا حق رہتا ہے یا نہیں، ان کا تعلق عالم شہادت سے ہے یا نہیں اور وہ دنیا والوں کی امداد فرماتے ہیں یا نہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے میں علماء وفقہاء سبھوں نے تقریباً اتفاق کیا ہے کہ انبیاء سے فیوضات کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اولیاء کے بارے میں بعض نے انکار کیا ہے لیکن صوفیہ اس پر متفق ہیں کہ اولیاء سے بھی فیوضات کا سلسلہ جاری رہتا ہے. کافی عرصے تک اس کی تحقیق وتدقیق کے بعد جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ عقلاً ونقلاً یہ بات اپنی جگہ پر محقق ہے کہ انبیاء واولیاء سے اس کا سلسلہ جاری ہے اور تا قیام قیامت انشاء اللہ جاری رہے گا. خالق کائنات نے اپنے فضل وکرم سے ان حضرات کو حق تصرف عطا فرمایا ہے نفس مسئلہ کی تحقیق سے پہلے اگر روح کی اس حیثیت کو جان لیا جائے کہ وہ اپنے قالب سے جدا ہونے کے بعد کس حال میں رہتی ہے تو آئندہ مسئلہ کے سمجھنے میں زیادہ سہولت ہوگی. حدیث شریف میں آیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ انکم خلقتم للابد وانما تنقلون من دارٍ الی دارٍ. تم ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور جز ایں نیست کہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی جانب منتقل کئے جاتے ہو. روح کے بارے میں انبیاءؑ کتب سماوی اور اہل اسلام ویہود ونصاریٰ اور مشرکین وحکماء یونان سبھوں نے متفقہ طور پر اقرار کیا ہے کہ یہ ابدی شئے ہے. حضرت قطب ویلور "جواہر الحقائق" فائدہ ۳۹ میں حقیقت دنیا پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بداں کہ روح انسانی کہ آں را روح الٰہی ولطیفۂ ربانی ونفس ناطقہ خوانند اگرچہ ازلی نیست اما ابدی است. نیز آگے چل کر فرماتے ہیں کہ چوں حقیقت روح بہ حجت وبرہان یا بہ طریق کشف واعیان معلوم شود محقق گردد کہ خالق جل مجدہ اورا برائے فنا نیافریدہ است وبہ موت طبعی منعدم نمی گردد. بلکہ اورا برائے بقاء ابد آفریدہ اند وعاقبت او سعادت ابدی است یا شقاوت سرمدی ہمہ انبیاءؑ و اولیاءؒ و علماء وحکماء بریں امر متفق و جملہ کتب سماوی

از ـ مولانا محمد طیب الدین اشرفی منیری (مدرس دار العلوم لطیفیہ)

بدین معنی ناطق اند۔

جناب حضرت شیخ محی الدین ابی عبداللہ محمد بن علی المعروف ابن عربی الحاتمی الطائی فتوحات مکیہ کے اندر فرماتے ہیں کہ :۔

ان اللہ اذا قبض الارواح من ھذہ الاجساد الطبیعیۃ حیث کانت او العنصریۃ اودعھا صورا جسدیۃ فی مجموع ھذا القرن النوری فجمیع مایدرکہ الانسان بعد الموت فی البرزخ من الامور انما یدرکہ بعین الصورۃ التی ھو فیھا فی القرن بنورھا وھو ادراک حقیقی ومن الصور ھنا لک ماھی مقیدۃ عن التصرف ومنھا ماھی مطلقۃ کارواح الانبیاء کلھم وارواح الشھداء ومنھا مایکون لھا نظر الی عالم الدنیا فی ھذہ الدار ومنھا مایتجلی للنائم فی حضرۃ الخیال التی ھی فیہ وھو الذی تصدق رؤیاہ ابدا وکل رؤیا صادقۃ لا تخطی فاذا اخطأت الرؤیا فالرؤیا ما اخطأت ولکن العابر الذی یعبرھا ھو المخطی حیث لم یعرف یا المراد بتلک الصورۃ۔

یعنی اللہ تعالیٰ جب ارواح کو ان کے اجسام سے قبض فرماتا ہے عالم برزخ میں ان کیلئے صور جسدیہ عنایت فرماتا ہے کہ وہ ان صُور میں رہتی ہیں۔ پھر مرنے کے بعد جو آدمی عالم برزخ میں صور کو دیکھتا ہے وہ ادراک حقیقی ہے۔ عالم برزخ میں بعض صور مقید ہوتی ہیں، انہیں کسی تصرف کا اختیار نہیں ہوتا بعض ایسے طور پر ہوتی ہیں انہیں تصرف کا اچھی طرح اختیار ہوتا ہے۔ تمام انبیاء اللہ کی ارواح طیبہ اور شہداء کی ارواح اس قسم میں داخل ہیں بعض ارواح کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے بعض خواب میں نظر آتی ہیں اس قسم کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں۔ رؤیائے صادقہ میں خطا واقع نہیں ہوتی البتہ تعبیر کہنے والے جب مطلب خواب کا نہیں سمجھتے کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں تو یہ خطا معبر کی طرف منسوب ہوگی۔ اصل خواب غلط نہیں سمجھا جائے گا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ جلد ثانی مکتوب ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہرگاہ جنیان را بہ تقدیر اللہ سبحانہ این قدرت بود کہ متشکل بہ اشکال گشتہ۔ اعمال غریبہ بوقوع آرند۔ ارواح کمل را اگر این قدرت عطا فرمایند، چہ محل تعجب است وچہ احتیاج بہ بدن، ودیگر ازین قبیل است آنچہ از بعضے اولیاء نقل می کنند کہ در یک آن در امکنہ متعددہ حاضر می گردانند وافعال متبائنہ بوقوع می آرند اینجا نیز لطائف ایشان متجسد باجساد مختلفہ اند ومتشکل باشکال متبائنہ الخ اور امام شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ میں فرماتے ہیں کہ

فان ارواح الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لھا الاطلاع والسراح فی البرزخ ولا یطلبھم انسان فی مکان الا ویحضرون عندہ واذا کان بعض الاولیاء یحضر عند مریدہ کل وقت طلبہ فالانبیاء اولیٰ بذالک واللہ واسع علیم۔

پس تحقیق کہ ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے اطلاع ہے اور برزخ میں چھوڑے جاتے ہیں، پھر کوئی انسان کسی مکان میں طلب نہیں کرتا مگر اس کے نزدیک حاضر ہوتے ہیں اور بعضے اولیاء اپنے مرید کے نزدیک حاضر ہوتے ہیں ہر وقت کہ ان کو طلب کرے تو انبیاء تو بدرجہ اولیٰ اس کے ساتھ ہیں۔ حضرت علامہ شیخ حسین مکی کشط الالباب میں فرماتے ہیں کہ

قد تقرر فی الکتب المعتبرۃ ان النفوس الاولیاء بعد مفارقۃ الابدان منزھۃ عن الحیز والمکان ویستوی عندھا مافوق السماء ما فی قعر البحار وماتحت الثری بل نشترک فی ھذہ التجرد جمیع النفوس من نفوس عامۃ المسلمین والیھود

وَالنّصاریٰ والمجوس لولا ان عرض لنفوس الکفار والعصاة المشرکین نحو من الاحتباس کما یحتبس فی الاجساد قبل الموت ولا یعلم کیفیتہ الا خالق الناس واما نفوس الانبیاء والصلحاء فانھا مسرحة مطلعة بتمکین اللہ وتقدیرہ علیٰ بعض ما یجری فی الارض والسمآء ازید من الاحیاء فانھم ارتحلوا من مضیق عالم الشھادة الیٰ سعة عالم الغیب وھو اوسع الف الف مرة من ھذا العالم واعجب من غیر ریب ولا یلزم من ثبوت ھذا العالم لھم استواءھم فی العلم برب العباد وادعاؤھم لزوم ذالک غایة الشقاق ونھایة العناد فان اللہ سبحانہ من الازل مکائیل البحار وعدد اوراق الاشجار وحرکات النبات وقطرات الامطار وھو احبس لنفوس وخائنة الاعین وما تخفی الصدور واحاط علمہ بما ھو فی کتم العدم وکائن الیٰ یوم النشور ولا تدعی حصول ھذا العلم المحیط بکل شیئ للاولیاء وحصول علم الجزئ کالعلم بالنداء ولبعض حوادث الکون الذی ھو بتمکینہ لا یوجب الاستواء ولو کان حصول ھذا العلم الجزئ للبشر موجبا لاستوائہ فی العلم مع خالق القوی والقدرة استوینا معہ سبحانہ فی العلم والبصر.

یعنی کتب معتبرہ کے اندر بات ثابت ہوچکی ہے کہ اولیاء اللہ کے نفوس منبرکہ جب ابدان سے جدا ہوجاتے ہیں تو چیز ومکان سے ان کو تعلق نہیں رہتا۔ آسمان کا فوق دریا کی گہرائی زمین کی تحت اون کے برابر ہوتی ہے بلکہ اس تجرد میں نفوس کا لہ عامۂ مسلمین و یہود ونصاریٰ ومجوس وغیرہ سب برابر ہیں، فرق اتنا ہے کہ کفار وعصاة مشرکین کے نفوس کو ایک طرح کی قید ہوتی ہے جیسے قبل موت اپنے اجسام میں مقید تھیں اس کی کیفیت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے نفوس انبیاء وصلحا کو کسی قسم کی قید نہیں بلکہ وہ بہ طور خود آزاد رہتی ہیں، زمین آسمان میں جو کچھ وقائع گذرتے ہیں ان کو بعض وقائع پر بہ نسبت احیاء کے زیادہ اطلاع ہوتی ہے اس لئے کہ وہ عالم شہادت کی تنگیوں سے نکل کر عالم غیب کے وسیع میدان میں جانکلی ہیں. عالم غیب کی فراخی و وسعت لاکھوں درجے اس عالم سے بڑھی ہوئی ہے اور اس عالم سے لاکھوں درجے بہتر ہے اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس صورت میں اولیاء اللہ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے مساوی ہوگیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے دریاؤں کے پیمانے، درختوں کے پتے اور گھاس کے حرکات اور بارش کے قطرات اور نفوس کے وسواس اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے حال سے واقف ہے اور معدومات کو بھی جانتا ہے اور جو چیز قیامت میں پیدا ہوگی اس کا علم رکھتا ہے اس قسم کا علم محیط کسی ولی کو نہیں اور نہ اس کا دعویٰ کیا جاتا ہے اگر کسی جزئی کا علم ان کو ہو تو اس سے مساوات لازم نہیں آتا. مثلاً اگر ان کو بعض حوادثات یومیہ کا علم ہو تو اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا علم ایسا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا نہیں تو یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بشر کے علم کے مساوی ہو جائے، بشر میں فی الجملہ علم سمع وبصر موجود ہے (نعوذ باللہ من ذالک)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں کہ

فاذا مات انقطعت العلاقات ورجع الیٰ مزاجہ فیلحق بالملائکة وصار منھم والھم کالھامھم ویسعیٰ فیما یسعون ربما اشتغل ھولاء باعلاء کلمة اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لھم لمة خیر بابن آدم وربما اشتاق بعضھم الیٰ صور جسدیة اشتھاء اشدیدا ناشیئًا من اصل جبلیة فقرع ذالک بابا من المثال وا

واختلطت به قوة منه بالنسمة الهوائية وصار
كالجسد النوراني وربما اشتاق بعضهم الى مطعوم
ونحوه فامدفيما اشتهى قضاءً لشوقه .

یعنی موت کے بعد آدمی کے علاقے ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنے مزاج
کے جانب رجوع کر کے فرشتوں سے مل جاتا ہے اور انہیں میں سے ہو جاتا
ہے اور اس پر فرشتوں کی طرح الہام ہوتا ہے اور جس کام میں فرشتے کوشش
کرتے ہیں وہ سعی کرتا ہے اور کبھی یہ لوگ اللہ کا کلمہ بلند کرتے ہیں، اور
اللہ کے گروہ کی مدد کرتے اور کبھی خیر پہنچانے میں آدمیوں کو مشغول ہوتے
ہیں اور کبھی کوئی اصل خلقت کے لحاظ سے بہت زیادہ صورت جسمیہ
پکڑنے کو چاہتا ہے جس سے اس کا تمثال ہوتا ہے اور ایک قوت اس سے
روح ہوائی میں ملتی ہے اور جسم نورانی ہو جاتا ہے اور کوئی کھانے کا مشتاق
ہوتا ہے اس کو دیا جاتا ہے۔ مناوی نے "روض النضیر" روح کی اس
حیثیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

النفوس القدسية اذا تجردت عن العلائق
البدنية عرجت واتصلت بالملأ الاعلى ولم يبق لها
حجاب فترى الكل كالمشاهدة بنفسها او باخبار
الملائكة وفيه سر يطلع عليه من تيسر له ذكره
القاضي انتهى

یعنی نفوس قدسیہ جب بدنی تعلقات سے مجرد ہوتے ہیں، تو
عروج کرتے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ متصل ہو جاتے ہیں اور ان کیلئے
حجاب باقی نہیں رہتا ہے پس وہ تمام کو دیکھتے ہیں جیسا کہ اپنی ذات کا
معائنہ کرنے والا یا ملائکہ کے خبر دینے سے اور اس میں ایک بھید ہے جس
پر وہ شخص مطلع ہوتا ہے جس کیلئے میسر ہو اس کو قاضی نے ذکر کیا ہے،
نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں قاضی سے نقل کیا ہے
اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے شرح الصدور میں لکھا ہے
کہ وقال الحكيم الترمذي الارواح تجول في البرزخ
فتبصر احوال الدنيا والملائكة تتحدث في السماء
عن احوال الآدميين انتهى .

حکیم ترمذی نے کہا کہ ارواح برزخ میں گردش کرتی ہیں۔ پس
دنیا کا احوال دیکھتی ہیں اور ملائکہ آسمانوں میں آدمیوں کے بارے میں
بات کرتے ہیں۔ اگرچہ روح کا علائق بدنیہ سے تجرد کی حیثیت سمجھ
لینے کے بعد یہ بات بھی اس کے ساتھ واضح ہو گئی کہ اہل اللہ سے فیوض
و تصرف مستحیل الامر نہیں نیز اقوال و احوال ائمہ و محققین اور صوفیہ
و علما مزید پیش کر دیا جائے تو زیادہ انسب ہوگا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ
میں فرماتے ہیں کہ

و اثبات کردہ اند آں را مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھم
و بعض فقہاء رحمہم اللہ و ایں امر محقق و مقرر است نزد اہل کشف
و کمال از ایشاں تا آنکہ بسیاری را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ
و ایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں را اویسی خوانند۔ مشائخ صوفیہ
اور بعض فقہا رحمہم اللہ نے اس کا اثبات کیا ہے اور اہل کشف و کمال کے
نزدیک ان سے یہ امر محقق ہے، یہاں تک کہ ارواح سے فیوض و فتوح
بہتوں کو پہنچا ہے اور اس گروہ کو اویسیا کہتے ہیں۔ نیز اسی اشعۃ
اللمعات میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ گفتہ است، قبر
امام موسیٰ کاظم تریاق مجرب است، مر اجابت دعا را۔ نیز اسی اشعۃ
اللمعات میں ہے کہ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ است کہ ۔

يجوز الاستمداد فكل واحد استمدابه في
حياته يستمد به بعد مماته .

یعنی امام غزالی نے فرمایا ہے کہ جن سے ان کی حیات میں مدد طلب
کی جاتی رہی ہے ان سے بعد ممات بھی طلب کی جا سکتی ہے۔ حضرت شیخ
فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ "تذکرۃ الاولیاء" میں طبقہ اویساء
کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۔

قومی باشند ایشاں را اویسیاں گویند و ایشاں را بہ پیر حاجت
نبود ایشاں را نبوت در حجر خود پرورش دہد بلی واسطہ غیری چناں کہ

اویس را داد رضی اللہ عنہ اگرچہ بہ ظاہر خواجہ انبیاء را علیہ السلام نہ
دید اما پرورش از وی یافت یعنی ایک قوم ہیں کہ ان کو اولیسیاء کہتے
ہیں اور ان کو پیر کی حاجت نہیں ہوتی ہے اور ان کو نبی خود اپنے گود میں
بلا واسطہ غیر کے (پیر) تربیت دیتے ہیں جیسا کہ اویس قرنی رضی اللہ
عنہ کو دیا اگرچہ انہوں نے ظاہر میں حضرت خواجہ علیہ السلام کو نہیں دیکھا
لیکن حضور ہی سے پرورش پائی۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ
اللہ علیہ اپنے مکتوبات کے پندرھویں مکتوب میں فرماتے ہیں کہ جماعتی
ہستند کہ ایشاں را اویسیان گویند وایشان را بہ پیر حاجت نبود
ایشاں را نبوت در حجر خود پرورش دہد بی واسطہ پیری۔ چناں کہ
خواجہ اویس قرنی را داد اگر او بہ ظاہر خواجہ انبیاء را نہ دید۔ اما
پرورش از وی یافت واین نادر است واقل اقل کہ چنیں استعداد
وقابلیت کم تر بود۔ اسی طرح رشحات میں ہے کہ حضرت بایزید بسطامی
رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے
بعد ہوئی لیکن آپ کی تربیت حضرت امام نے ہی فرمائی۔ نیز حضرت
جامی نفحات میں فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید کے وصال کے زمانہ دراز
کے بعد ابوالحسن خرقانی پیدا ہوئے لیکن آپ کی تربیت حضرت بایزید
بسطامی ہی نے فرمائی۔ خاتمۃ المجتہدین حافظ شہاب الدین ابن حجر
مکی رحمۃ اللہ علیہ شرح ہمزیہ میں منقذ غزالی سے نقل فرماتے ہیں کہ

ان ارباب القلوب فی یقظتہم قد یشاہدون
الملائکۃ وارواح الانبیاء ویسمعون منہم
اصواتا ویقتبسون منہم

یعنی بیشک اہل دل اپنی بیداری کی حالت میں کبھی ملائکہ اور ارواح
انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کے بعض آوازوں کو سنتے ہیں اور
ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اسی شرح میں آگے چل کر بعض اکابر
کا قول نقل فرماتے ہیں کہ

لا یبعد ان من اکرم برؤیتہ ان یکرم بانالۃ الحجب
بینہ و بینہ فھو صلی اللہ علیہ وسلم مع کونہ فی
قبرہ یراہ الاولیاء فی الیقظۃ فی قبرہ ویجاذبونہ
وان بعدت دیارھم واختلفت مراتبھم

نہیں بعید کہ جس کو آپ کی رویت سے نوازا گیا اس بات کی بھی شرافت
بخشی جائے کہ اس کے درمیان اور نبی کے درمیان سے حجاب دور
فرما دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ اپنے قبر انور میں ہوتے
ہیں آپ کو اولیاء کرام بیداری میں دیکھتے ہیں اور آپ سے کلام کرتے ہیں اگرچہ
ان کا دیار دور ہو اور ان کے مراتب مختلف ہوں۔ اسی شرح میں حضرت
قطب کبیر شیخ ابوالحسن شاذلی اور ابوالعباس مرسی رحمہما اللہ تعالیٰ
کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ۔

کل منھما حفظت عنہ رؤیۃ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم یقظۃ بل قال ابو الحسن لو حجبت
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عددت
نفسی مسلما

اسی میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔ کہ

شیخی وشیخ والدی الشمس محمد ابن الحمائل یری
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقظۃ کثیرا حتی یقع
لہ انہ یسال فی الشیئ فیقول حتی عرض النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ثم یدخل راسہ فی جیب قمیصہ
ثم یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ کذا
فیکون کما اخبر لا یتخلف ذالک ابدا فاحذر من
انکار ذالک السم۔

سرکار غوث پاک اگرچہ حضرت ابو سعید مبارک المخزومی سے
منسوب تھے لیکن آپ کی تربیت حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے
فرمائی چنانچہ صاحب "بہجۃ الاسرار" نے آپ کے اس قول کو نقل
فرمایا ہے۔ کہ

ما ربانی الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس
لاحد علی منۃ بعد اللہ ورسولہ

اسی طرح حضرت قطب بلور کے والد بزرگوار حضرت ابوالحسن

محوی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت سرکار غوث پاکؒ نے فرمائی اور انہیں سے زیادہ تر فیض پہنچا۔ چنانچہ حضرت قطب ویلوری نے اپنے مکتوبات کے ایک مکتوب سی و صد میں اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابی و شیخی سید شاہ ابو الحسن قادری نیز اولیسی بودند واز روح پرفتوح حضرت سید عبد القادر جیلی رضی اللہ عنہ اخذ فیض کردہ اند ولیس از بیداری جامہ وبدن خود را اثر غسل خواب تر تر یافتہ نیز اسی مکتوب میں اپنے جد حضرت ذوقی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت جدی محی الملّت والدین حضرت عبد اللطیف ذوقی رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی مثنوی وغیرہ کے اشعار کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو آپ سر بہ جیب ہو کر فرماتے کہ مصنف اس کے معنی یہ فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قول الجمیل کے اندر اشغال مشائخ نقشبندیہ میں شیخ غائب سے استفاضہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔

اذا غاب الشیخ عنہ یتخیّل صورتہ بین عینہ بوصف المحبۃ فتفید صورتہ ما تفید صحبتہ۔

یعنی جب کسی سے اس کے شیخ غائب ہو تو اس کو چاہئے کہ از راہ محبت شیخ کی صورت کا تصور اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان کرے (یعنی وہ جگہ جو مجمع النور کہلاتی ہے) تو اس صورت سے وہ اسی طرح فائدہ حاصل کرتا ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ بعضے از خواص اولیاء را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند۔ بعد موت ہم تصرف در دنیا دادہ اند و اولیسیان تحصیل کمالات باطنی از آں ہا می نمایند و ارباب حاجات حل مشکلات خود از آں ہا می طلبند و می یابند و زبان حال آں ہا نترنم بایں مقال است ۔ من آیم بہ جان گر تو آئی بہ تن

اس مختصر گفتگو کے بعد بات واضح ہو گئی کہ ان نفوس قدسیہ سے علائق بدنیہ سے تجرد کے بعد بھی استفاضہ شروع ہے اس لئے کہ یہ مظہر عون الٰہی میں دخل ہے ان مراتب کے وہی مستحق جنہوں نے اپنے ارادوں تک کو خالق کائنات کے ارادوں میں فنا کر دیا ہے اور رب العزت خلعت اسماء و صفات سے نواز کر نظام عالم ان کے سپرد فرماتا ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ رب سے اس کے فضل و کرم چاہنے میں ان مقربین رب العزت کو رب العزت کی بارگاہ کا وسیلہ و ذریعہ نہ بنایا جائے شپرہ چشم بن کر اوہام و ظنون کے تباہ کن دلدل میں پھنسنا سوائے شومیٔ قسمت کے اور کیا کہا جا سکتا ہے اسی لئے حضرت ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس قسم کے فاسد گمانوں سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ سم قاتل ہیں ان حقیقتوں کا مشاہدہ وہی کر سکتا ہے جو عشق و محبت کی نورانی آنکھیں لیکر ان حضرات کے آستانے پر حاضر ہو اور وہی پا سکتا ہے جو قلب سلیم میں طلب صدق کی حقیقی چنگاریوں کو لیکر آئے۔

بغض و عناد کی تاریک نگاہوں سے دیکھنے والے نہ صرف محروم ہوتے ہیں بلکہ خود اپنی حقیقت تک سے غافل ہو کرتے ہیں، جو ان کو تباہی کے عمیق غار میں دھکیل دیا کرتی ہے۔

صفات و ذات کا آئینہ ہے صفاتِ رسولؐ
حد شمار سے زائد ہیں معجزاتِ رسولؐ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے

(از:- محمد ابوبکر ملیباری زمرۂ رابعہ)

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ آں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کے واقعات کا خلاصہ ان کی تعلیمات کا عطر اور ان کے مقدس حالات مشاہدات کا آئینہ ہے آپ ایک عالمگیر اور ابدی مذہب لیکر مبعوث ہوئے اس لئے آپ نے ایک ہی خطاب سے ساری کائنات کو مخاطب فرمایا۔ خدائے قدوس نے آپ کی ذات قدسی صفات کو ان تمام معجزات کا مجموعہ بنا دیا جو دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو فرداً فرداً عطا فرمائے تھے۔ آپ کے اخلاق و عادات معجزہ تھے۔ آپ کی شریعت مطہرہ معجزہ تھی۔ معجزہ اس خارق عادت کو کہتے ہیں جو خدائے برتر کی جانب سے حضرات انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی تصدیق کیلئے جسے عقل بشر محال سمجھتی ہو، عطا کی جاتی ہے جو مخالف کو عاجز کردے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس سے بےشمار معجزات صادر ہوئے، ان معجزات میں سب سے بڑا معجزہ خالق کائنات نے آپ کو قرآن عظیم عطا فرمایا جس کی مثال عرب کے زبردست سے زبردست فصحاء و بلغاء نہ پیش کر سکے حتیٰ کہ ایک آیت اس کے مثل نہ بنا سکے اور رہتی دنیا تک اس کے مثل کوئی بنا لا سکتا ہے آپ کا یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا جس کی معجز بیانی کا ہر زمانے کے حکماء، ادباء اعتراف کرتے رہے ہیں، اور کرتے رہیں گے۔ ہم اپنے موضوع کے تحت چند معجزات کا جو آپ کی ذات مقدس سے صادر ہوئے ہیں ذکر کریں گے تاکہ غلامان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت خدا اور رسولؐ اور ایمان باللہ وبالرسولؐ کی بالیدگی کا سبب بنے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کا اچھا ہونا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر جب آپ نے عَلَم یعنی جھنڈا عطا فرمانے کے لئے حضرت علی کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو بلا کر لاؤ۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ حضرت علی رضؓ کا ہاتھ پکڑ کر لے ہوئے لائے۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنے لعاب دہن ملکر دعا فرمائی ان کی آنکھیں اسی وقت اچھی ہو گئیں اور ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ یہ دکھ ہی نہ رہی تھیں۔

بیمار کا اچھا ہو جانا

حضرت عثمان بن ابی العاص رضؓ اپنے بیمار ہونے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا تو میرے تمام بدن میں درد تھا جس کی وجہ سے مجھے بڑی تکلیف تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بیمار ہونے کی خبر ہوئی تو آپ میری عیادت کو تشریف

لئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس دعا کو سات مرتبہ پڑھ کر اپنے داہنے ہاتھ پر دم کر کے اپنے تمام بدن پر ہاتھ پاؤں پر پھیر لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ خدائے قدوس نے اپنے رحمت سے میرا سارا درد دور فرما دیا اور میں بالکل اچھا ہوگیا۔ اب میں اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور اپنے دوست واحباب کو یہ دعا بتا دیا اور خدائے برتر نے ان کو بھی شفا بخشا ہے اور وہ دعا یہ ہے :-

اَعُوذُ بِاللّٰہِ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ وَسُلْطَانِہٖ
مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ

ایک درخت کا گواہی دینا

آپ کسی سفر میں تھے۔ ایک بدو کو آتے ہوئے دیکھا جب وہ آپ ؐ کے قریب پہنچا آپ نے اس سے پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے جواب دیا میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ایک اچھی نیکی بتاؤں۔ اس نے کہا وہ نیکی کی بات کونسی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ تم مجھ پر ایمان لاؤ۔ اس نے کہا اس کی کون گواہی دیتا ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ ؐ نے یہ فرمایا کہ یہ سامنے والا درخت۔ یہ فرما کر آپ ؐ نے اس درخت کو اپنے پاس بلایا تو وہ دوڑتے ہوئے آکر آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ آپ نے اس کو کلمہ پڑھنے کو فرمایا اس نے بلند آواز سے کلمہ توحید پڑھا پھر آپ ؐ نے فرمایا کہ تو اپنی جگہ لوٹ جا۔ وہ درخت لوٹ کر اپنی جگہ چلا گیا۔ بدو یہ معجزہ دیکھ کر فوراً مسلمان ہوگیا اور یہ کہتا ہوا اپنے گھر کی طرف چلا گیا کہ اگر میرے گھر کے سب لوگ مسلمان ہوگئے تو ان سب کو لیکر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوجاؤں گا اور اگر وہ مسلمان نہ ہوئے تو میں اکیلا چلا آؤں گا۔

لکڑی کا روشن ہونا

حضرت ابو سعید خدری انصاری ؓ کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت قتادہ ابن نعمان ؓ نے آپ ؐ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی۔ اتفاق سے اس روز آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا جس کی وجہ سے کافی اندھیرا تھا۔ حضرت قتادہ ؓ جب آپ سے رخصت لیکر اپنے گھر جانے لگے تو آپ نے ان کو ایک لکڑی دی اور فرمایا کہ قتادہ! لو! یہ لکڑی لیتے جاؤ۔ یہ لکڑی ایسی روشن ہوگی کہ دس آدمی تمہارے آگے۔ دس آدمی تمہارے پیچھے اس کی روشنی میں آرام سے چلے جائیں گے اور جب تم اپنے گھر پہنچو گے تو تمہارے گھر میں تمہیں ایک کالی چیز دکھائی دے گی۔ اس کو تم مار کر گھر سے نکال دینا۔ چنانچہ حضرت قتادہ ؓ جب اپنے گھر کی طرف چلے تو راستہ میں وہ لکڑی روشن ہوگئی وہ آرام سے اپنے گھر پہنچے واقعی وہ کالی چیز انہیں دکھائی دی انہوں نے اسے مار مار کر گھر سے نکال دیا۔ وہ ایک بلا تھی۔

ایک مغرور کے ہاتھ کا شل ہوجانا

ایک شخص اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے غرور سے کہا میں سیدھے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ شل ہوگئے پھر وہ اس ہاتھ کو کبھی نہ اٹھا سکا۔

قبیلۂ دوس کا مسلمان ہونا

ایک مرتبہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی ؓ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دوس کے قبیلہ کے لوگوں نے اسلام لانے سے انکار کردیا۔ آپ ان کے واسطے بددعا فرمائیں لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔

(اللّٰھم اھد دوسا و آت بھم)

(ترجمہ) خدایا! قبیلۂ دوس کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت فرما۔ اور اس سے میرے پاس مسلمان بناکر بھیج۔

محمد ابوبکر ملیباری ویلوری (زمرۂ رابعہ)
متعلم دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان قطب ویلور

الاخوۃ فی الاسلام

اثر: محمد کلیم اللہ (زمرۂ ششم) مدرسۂ لطیفیہ حضرت مکان قطب ویلور

الحمد للّٰہ الذی خلق الانسان وعلّمہ البیان وجعل ذوی اللسان طیع الطبائع ومنابع البدایع واولم المسامع الی المطالم الصنائع والصلوٰۃ والسلام علی صاحب السیف والقلم سیدنا محمد سلطان العرب والعجم وعلی آلہ البراعۃ الظاہرۃ واصحابہ البلاغۃ الزاہرۃ ۔ امابعد

ایہا الخلان! الاخوۃ امر عظیم فی الاسلام ینبغی للمسلمین والمؤمنین ان یکونوا اخوۃ ان لم تکن القرابۃ النسبیۃ بینہم۔ ولابد ان یستو العلماء والجہلاء والاغنیاء والفقراء مستوین وبینہم۔ لانہ لاشرف ولافضل باعتبار الغنا والعلم الذی لیس معہ عمل۔ قال اللہ تعالیٰ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخوتکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون (حٰمٓ ۲۶ سورۃ الحجرات) یعنی انما المؤمنون اخوۃ فی الدین فاصلحوا بین اخویکم خص الاثنین بالذکر لانہما اقل من یقع بینہما النزاع فاذا لزمت مصالحۃ بین الاقل کانت بین الاکثر اولی واتقوا اللہ فی الاصلاح لعلکم ترحمون علی اتقواکم وفی ھذا الترجی اطماع من الکریم والرحیم وذکر فی تفسیر المدارک۔ ھذا تقریر لما الزمہ من تولی الاصلاح بین من وقعت بینہم المشاقۃ من المؤمنین وبیان ان الایمان قد عقد بین اہلہ من السبب القریب والنسب اللاصق ما ان لم یفضل الاخوۃ۔ لم ینقص عنہا ثم قد جرت العادۃ علی انہ اذا نسب مثل ذالک بین الاخوین ولاد لزم السائر ان یتناہضوا فی رفعہ وازاحتہ بالصلح بینہما فالاخوۃ فی الدین احق بذالک اخوتکم یعقوب واتقوا اللہ فالتقوی تحملکم علی التواصل والائتلاف وکان عند فعلکم ذالک وصول رحمۃ اللہ الیکم مرجوا والآیۃ تدل علی ان البغی لا یزیل اسم الایمان لانہ سماہم مؤمنین مع وجود البغی (جلد الثالث)

یامعاشر الخلان! انظروا واعتبروا ما حال المسلمین فی ھذا الزمان المجادلۃ والمخاصمۃ والمنافقۃ والبغض والعناد جاریۃ بین المسلمین بالمداومۃ خصوصا الفرق الاسلامیۃ الہندیۃ والذین اعطاہم من الاموال واسباب العیش و

والداحة لا ينظرون الى الغرباء ولا يرحمون عليهم
وهم جوار بل اقرباء وان كانوا فى اشد صعوبة
وكلفة. وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله قيل
من يا رسول الله قال الذى لا يامن جاره بوائقه
متفق عليه. وايضًا قال المؤمن للمؤمن كالبنيان
يشد بعضه بعضا ثم شبك بين اصابعه. مشكوة
وورد عن ابن عمر ان رسول الله صلعم قال المسلم
اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ومن كان
فى حاجة اخيه كان الله فى حاجته ومن فرج عن مسلم
كربة فرج الله عنه الكربة من كربات يوم القيا
مة (متفق عليه) يعنى كل مسلم اخوة فيما بينهم لا
يظلم احد على غيره ولا يحرمه بنصره فى النهاية
يقال اسلم فلان فلانا اذا القاه الى التهلكة ولم
يحمه من عدوه وهو عام فى كل من اسلمه الى
شيئ لكن دخله التخصيص وغلب عليه فيما اذا
القاه فى التهلكة ومن ايمان رجلا فى حاجة و
من اخلص اخاه من الشدائد ابعد الله عنه ا
لاحزان والهموم فى يوم القيمة فيكون فائز
للمرام وناجيا عن الآلام يوم الآخرة ولا يكون
نادما ومحزونا فى ذالك اليوم. وينبغى للمسلم
ان يحسن العشرة مع اخوانه فيكون منبسط الوجه
غير عبوس. ولا يخالف فى امرهم ومعاملتهم
بشرط ان لا يكون فيه مخالفة للشرع ومجاوزة
للحد وارتكاب للمعصية بل يكون مما اجازه
الشرع واذن فيه الرب ولا يكون مماريا ولا لجو
جا ويكون ابدا ناصرا للاخوان على الشرط

الذى ذكرنا ومتحملا عنهم ما يخالفونه فيه
ويكون صبورا على اذاهم غير باغض ولا يكون
سيئ المحضر ويذب عن اخيه فى حال غيبته عنه
ويستر العيوب على اخوانه ما امكنه وان مرض احد
منهم عاده فان شغل عن ذالك شاغل مضى
اليه فهناه بالعافيه وان مرض هو ولم يعده بعض
اخوانه اعتذر عنه فاذا مرض لم يقابله بذالك
بل يعوده ويصل من قطعه ويعطى من حرمه
ويعفو عمن ظلمه واذا اساء احدهم اليه
اعتذر عنه عند نفسه لقوله عليه السلام صل
من قطعك واعف عمن ظلمك واحسن الى من
اساء اليك.

ويرجع بالملامة على نفسه لا يرى ملكه ممنوعا
عن غيره من الاخوان ولا يتحكم فى ملكهم لغير
اذنهم ولا ينسى الورع فى جميع حركاته و
سكناته وان انبسط معه احد من اخوانه فى
شيئ من ماله واجابه الى ذالك مسرعا ومستبشر
فرحا مسرورا ومتقلدا منة فى ذالك منة حيث
جعله اهلا بلبا سطة معه وانزال حاجته به
ولا يستعير من احد شيئا ان امكنه وان استعار
احد منه شيئا لا يسترده. ما امكنه لانه ما
استعار منه الا لحاجته ولا يليق بالفتوة استر
داد المعار كما لا يحسن فى الشرع استرجاع الهدية
والهبة فان لم يقدر على ذالك. فليسرع على
اعارته ولا يمنعه من ذالك. وينبغى له اذا
مسته محنته او فاقه ان يستر على حاله عن اخوانه
ما امكنه لئلا تشتغل قلوبهم بسببه

فيتكلفون له كذالك ان مسه همّ او اصابه غمّ لا يظهر ذالك لاخوانه ولا يشوش عليهم ماهم فيه من الفرح والسرور والراحة ولذت العيش وان راى اخوانه ملزولا وبهم غمّ ولا همّ. وقد اظهر وافرحا وسرورا ساعدهم فى انظاهر من اظهار النشاط ولا بتشار ويكتم عنهم ماهم فيه من الاستيحاش والحزن والهمّ ولا يقابلهم بما يكرهون ولا يختلف عنهم فى شيئ من ذالك وينبغى له فى آداب حسن العشرة اذا استوحش من شيئ ان يتكلم فى حسن الخلق لحديث عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت سمعت رسول الله يقول ان المؤمن ليدرك بحسن خلقه درجة قائم الليل وصائم النهار رواه (ابوداؤد)

ويرد قليله اليه لنزول وحشته وينبغى له ان يعاشر كل احد من حيث هو ولا يكلف مجاوزة حده ومتابعة هو فيما عليه ذالك الانسان مالم يكن فيه خرقا للشرع قال النبى صلى الله عليه وسلم امرنا معاشر الانبياء ان نحدث الناس على قدر عقولهم وينبغى له ان يعاشر من دونه بالشفقة عليه ومن فوقه بالاجلال ومن هو مثله بالافضال والايثار والاحسان كما قال الشيخ مصلح الدين المعروف سعدی شیرازی رحمة الله علیه.

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند — که در آفرینش ز یک جوهر اند
چو عضوے به درد آورد روزگار — دگر عضوها را نماند قرار

والسّلام علینا

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

محمد کلیم اللہ صاحب زمرہ السادسة مدرسہ لطیفیہ
حضرت مکان . ویلور

اسلام میں عورت کا مقام

از:- سید محمد انوار اللہ نور گل بلگام (زمرہ سادس)

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، جسنے صحیح طریقے سے نوع انسانی پر اس کی حقیقت کو واضح کیا اور انسانی حقوق کو جو ایک دوسرے پر ہیں بیان کیا۔ اس طرح معاشرے کے اندر صنف نازک پر کیے جانے والے ظلم سے نجات دلانے والا اس مظلوم کی داد رسی کرنے والا صرف اسلام ہی ہے جس نے عورت کو مرد کے مقابل لا کھڑا کیا اور بتایا کہ للذکر مثل حظ الانثیین۔ اسلام سے پہلے کی تاریخ اٹھا کر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے اندر متمدن ترین قوموں نے بھی اس کو اسی مکروہ نگاہوں سے دیکھا جو اس کے ماسوا نے دیکھا۔ کسی تاریخ داں کی نگاہوں سے یہ پوشیدہ نہیں جو اسلام کے سوا دیگر مصائب میں ہونے والی بدسلوکیوں سے واقف نہ ہو۔ حتّٰی کہ بعض نے تحقیر کرتے ہوئے یہاں تک کہدیا۔ اس میں روح ہی نہیں ہے اس کی "ایک معطّل حیثیت قرار دیدی۔ جب آفتاب اسلام طلوع ہوا اور بانئ اسلام احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین عرب پر اعلان حق فرمایا، تو سب سے پہلے آپ ہی کی وہ آواز ہے جس نے اس صنف نازک کے وقار کو بلند کیا اور اس کے صحیح مقام کو ظاہر فرمایا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ "قوارير من فضة" یہ چاندی کی نرم و نازک شیشیاں ہیں۔ اسے غیروں کی تیز نگاہی سے محفوظ رکھو کہ ٹوٹنے نہ پائے۔

قرآن مجید نے ان کے مساویانہ حقوق کو واضح طور پر بیان کر دیا کہ

للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قلّ منه او کثر نصیبا مفروضا ۝ سورۂ ن

یعنی مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کیلئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت۔ حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔ دوسری جگہ قرآن کریم ناطق ہے۔

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لّهنّ ولد فان کان لهن ولد فلکم الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیّة توصون بها او دین معنی نساء ع

اور تمہاری بیویاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیّت تم کو کر جاؤ اور دین نکال کر۔ اور ایک جگہ قرآن مجید نے صاف اعلان کیا ہے کہ

یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین. فان کن نساءً فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک وان کانت واحدة فلها النصف، ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترک ان کان له ولد فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامّه الثلث. نساء ع معنی.

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے، تمہارے اولاد کے بارے میں لڑکے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ پھر اگر نری لڑکیاں ہوں، اگرچہ دو سے اوپر ہو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور وصیت کئے ماں باپ کو ہر ایک اس کے ترکہ چھٹا اور اگر میت کے اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں باپ تہائی۔ پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ اگر اس کا کوئی بچہ نہ ہو تو ماں کے لئے ایک تہائی ہے۔ علاوہ ازیں دو بہت سے مقامات پر قرآن مجید صاف لفظوں میں واضح کیا ہے نبی کریم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مردوں کی تعلیم و تربیت کیلئے حکم دئے ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی آپ نے حکم دیا .... فرماتے ہیں۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ یعنی علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اسلام نے اس کی قدر فرماتے ہوئے اس کو بے انتہا قیمتی شئے قرار دیتے ہوئے اس کی حفاظت کی اور پردے کے بارے میں حکم دے رہا ہے! چنانچہ قرآن کریم ناطق ہے:۔ یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورا رحیما۔ سورۂ احزاب ۲۲

اے نبی! بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالی رہیں اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورت کی قدر و منزلت کو لوگوں پر یوں ظاہر فرماتے ہیں کہ:۔

الرجل راع علی اھلہ و مسئول والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا و ھی مسئولۃ (بخاری شریف)

معنی۔ مرد اپنے اہل کا نگران اور ذمہ دار اور عورت نگران ہے اپنے خاوند کی گھر کی اور وہ بھی ذمہ دار ہے۔

یہ سب سرور کائنات سرکار دوجہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کرم ہے۔ اس ناچیز متعلم کی دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر صحیح طریقے سے سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آمین! ثم آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ربُّ العالمین

از:- محمد شبیر اکرمی (زمرۂ سادسہ) متعلم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

جس طرح اللہ تعالیٰ اس وسیع و عریض کائنات کا خالق و صانع ہے اسی طرح وہ رب کل شیئ بھی ہے۔ کائنات کے اندر کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی مربوب نہیں۔ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ عالم کے اندر جب اس کی صفت ربوبیت پر غور کرتے ہیں تو عقل مبہوت ہو جاتی ہے کہ کس طرح ہر شے کی وہ تربیت فرماتا ہے۔

رب کے لغوی معنی پالنہار کے ہیں جیسا کہ سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت میں ہے الحمد للہ رب العالمین اور ایک جگہ ہے الم نربک فینا ولیدا۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کر کے کہتا ہے کیا ہم نے تمکو بچپن میں نہیں پالا اور تفاسیر معتبرہ میں اس کے متعدد معنی آئے ہیں لیکن محققین نے مربی الخلق کے معنی کو اختیار فرمایا ہے یعنی مخلوق کا تربیت دہندہ اور ایک جگہ رب کے معنی مالک کے بھی آئے ہیں۔ اس کا علم و قدرت تمام کائنات کو محیط ہے، کوئی شے اس سے خارج نہیں۔ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیئ قدیر

اور مالک کے نیز چار معانی آتے ہیں۔ حیات دینا، موت دینا روزی پہنچانا، کارساز ہونا، احیا اور اماتت یہ دونوں صفتیں ایسی ہیں کہ جس سے دنیا کا کوئی فرد بشر متصف نہیں ہو سکتا۔ روزی رسانیدہ یعنی کل مخلوق کا رازق ہے اس کی رزاقیت میں دوست و دشمن کا کوئی فرق نہیں امتیاز نہیں۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی حکایت ہے کہ آپ کا روزمرہ معمول تھا کہ بغیر کسی مہمان کو ساتھ لئے کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق پڑا کہ ایک ہفتہ تک کوئی مہمان آپکے یہاں نہیں آیا آپ ہر روز اپنے اطراف واکناف میں تلاش فرماتے چنانچہ ایک ہفتہ تک آپ نے کھانا نہیں کھایا۔ ایک ہفتہ کے بعد ایک بوڑھا جو نحیف و کمزور تھا اور بوڑھاپے کی وجہ سے جس کے جسم کے تمام بال سفید ہو گئے تھے پہاڑ کی وادی میں مل گیا۔ آپ اسکی آمد سے بہت مسرور ہوئے اور اس کو عزت سے بٹھایا۔ جب کھانے کے وقت لوگوں نے بسم اللہ کہا تو اس بوڑھے کے منہ سے کوئی لفظ سننے میں نہیں آیا۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام اس سے بہت متعجب ہوئے اور اس سے پوچھنے لگے۔ کہ اے شخص کیا بات ہے کہ میں تجھمیں اگلے لوگوں کے مانند ایمان اور سچائی نہیں دیکھتا ہوں کیا یہ بات ضروری نہیں کہ کھانے کے وقت اس کا نام لیا جائے جس کے سبب سے ہم کو رزق بہم پہنچا ہے۔ پس اس بوڑھے نے کہا کہ میں تمہارے دین اور ملت پر نہیں ہوں۔ میں ایک آتش پرست ہوں۔ تمہارے دین کی برائی سن چکا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جان لیا کہ وہ آتش پرست ہے اسی وقت اس کو بھگا دیا۔ اسی وقت بارگاہ ایزدی سے ندا آئی اے ابراھیم جس کو سو سال سے روزی دیکر پرورش کر رہا اور اپنے

تمام عمر میری نافرمانی میں گذارا اس سے تجھکو ایک ہی لحظہ ہو میں نفرت آگئی ۔ اگر وہ آگ پوجتا ہے تو پوجنے دو لیکن آپ اس سے سخاوت کا ہاتھ مت اٹھاؤ۔

اس واقعہ سے ہی پتہ چلتا ہے کہ خدائے رب العزت ایسا رازق ہے کہ دوست و دشمن پر اس کا انعام عام ہے چنانچہ سعدی علیہ الرحمہ "بوستان" میں فرماتے ہیں ؎

کہ ادیم زمین سفرۂ عام اوست
چہ دشمن برین خوان یغما چہ دوست

اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ؎

ولیکن خداوند بالا و پست
بہ عصیاں در رزق برکس نہ بست

اگر اس لفظ کو اسمائے حسنیٰ میں داخل کر دیا جائے تو اس کے معنی رزق دینے والا کے آتے ہیں۔ آئیے! اب عالمین کی تحقیق کرتے ہیں۔ عالمین عالم کی جمع ہے اس کے لغوی معنی ماسوا اللہ کے ہیں یعنی دنیا میں خدائے رب العزت کے علاوہ جتنی بھی چیزیں ہیں ان کو عالم کہتے ہیں اور عالم علم یا علامت سے مشتق ہے اس کے معنی نشانی کے ہیں۔ چونکہ دنیا ہی کی چیزوں کو دیکھکر اللہ کا علم ہوتا ہے اور محققین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ عالم ایک چیز ہے جس کو وہ فرض خدا کہتے ہیں اس کی تجلی سے دو عالم وجود میں آئے۔ ایک عالم امر اور دوسرا عالم خلق جیسا کہ قرآن کریم ناطق ہے۔

الا لہ الامر والخلق فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

بقول ابن سینا کل عالم اٹھارہ ہزار ہیں لیکن عدد عالم کا علم سوائے خالق کائنات کے کسی کو نہیں ہے۔ حاصل کلام اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ رب العالمین کے معنی جہان کا پالنے والا۔ اب سب سے پہلے یہ کہ خدائے جل شانہ کی تربیت عالم کے ساتھ کس طرح متعلق ہے۔ تفاسیر معتبرہ میں لکھا ہے کہ تربیت الٰہی تمام مخلوق کے ساتھ دو قسم پر مشتمل ہے ایک بہ حیثیت ایجاد عالم کہ تمام عالم کتم عدم سے عرصہ وجود میں لایا۔ دوسرے بہ حسب بقا کہ عالم کو وجود میں لانے کے بعد ایک معین مدت تک فنا سے بچاتا ہے یعنی ربوبیت الٰہی ایسے ہی تمام عالم نامتناہی کی طرف مضاف ہے۔

ربوبیت الٰہی بہ اعتبار عوالم ایک یا دو شخص کے نسبت ہوتی ہے جیسے باغبان کی ربوبیت ایک باغ یا دو باغ کے ساتھ کبھی ایک یا زیادہ کی جانب جیسے ربوبیت آفتاب جو کہ عالم حرارت اور یبوست میں ہے اور ربوبیت ماہتاب جو کہ عالم برودت اور رطوبت میں ہے۔ ربوبیت روحانیات جن کو اشراقین ارباب الطلسم کہتے ہیں۔ اور فلاسفہ ارواح و نفوس اور اہل دعوات موکل کہتے ہیں لیکن یہ سائر ربوبیات ایک ہی عالم میں ہیں اور مطلق ربوبیت جو کہ تمام انواع اشخاص کو اعم اور اشمل ہے۔ ذات الٰہی میں منحصر ہے۔ پس حقیقت میں رب العالمین وہی ہے جو ہر مخلوق کی تربیت فرماتا ہے۔ وہ بتدریج خود کمال کو پہنچاتا ہے مثلاً حبوب کے ساتھ تربیت الٰہی یہ ہے کہ جب دانہ زمین میں پڑتا ہے تو زمین کی نرمی کی وجہ سے پھٹ کر دو شق میں منقسم ہوتا ہے۔ شق علوی میں شاخیں پھوٹتی ہیں۔ شاخوں میں کلیاں لگتی ہیں، کلیوں میں پھل لگتے ہیں اور پھلوں میں سے چھلکے شیرا اور روغن نکلتا ہے اور شق اسفلی میں ریشے اگتے ہیں وہ پھیلتے جڑیں بن کر کثیف زمین میں دھنستی ہیں۔ جب اس طور پر درخت وجود میں آتا ہے تو تربیت ابقائے الٰہی اس کے ساتھ متعلق ہو جاتی ہے اب ان جڑوں کو قدرت کے جاذبیت عنایت ہوتی ہے۔ جو خاک کے اجزا کو کھینچتی ہے اس سے قوت نمو پیدا ہوتی ہے تاکہ آب باراں یا چشمے کی مدد سے سرسبز و شاداب رہے۔ اسی طرح انسان کیا تھا کبھی جو اشرف المخلوقات ہے۔ خدائے تعالیٰ کی دونوں تربیتیں متعلق ہو جاتی ہیں۔ تربیت ایجادی اس طور پر ہے کہ جب نطفہ رحم میں قرار پاتا ہے تو بتدریج نطفہ سے علقہ اس سے مضغہ اس سے ہڈی، پھر تمام اعضاء تربیت پاتے ہیں اس کے بعد مزاج ذکوری یا انوثی بہم پہنچاتا ہے۔

اس کے بعد ان اعضا پر گوشت و پوست چڑھایا جاتا ہے۔ اس کے بعد روح پھونکی جاتی ہے۔ اس کے بعد حواس عطا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس تربیت الٰہی میں جمادات و نباتات کو ہرگز دخل نہیں البتہ حیوانات ضرور شریک ہیں اور انسان اور حیوان کے درمیان صرف فرق و تمیز کا ہے۔ ایک روح انسانی جو کہ عالم ملائکہ سے مستفاد ہے اور نہ عالم عناصر سے متکون ہے اور روح بادشاہ جسد ہے جو تربیت الٰہی سے بتدریج ترقی ہوتی ہے اور اس کے موافق مرتبہ پاتی ہے اور دوسری چیز عقل ہے جو روح کیلئے وزیر کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کی اچھی رائے کی وجہ سے بدن کی مملکت کا خیر و شر ظاہر ہوتا ہے اگر اس کا اشارہ نہ ہوتا تو فتنہ انسانی کا سلسلہ انتظام عبودیت کی ڈوری میں منسلک رہتا ہے۔ اس عقل ہی کی وجہ سے کہ حضرت خلیل ؑ نے بارگاہ ایزدی میں انی وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض فرمایا ابن خطاب رضی قلبی ربی کا وعدہ آیا۔ ابن ابی طالب لو کشفت الغطاء ما ازددت یقینًا کا کلمہ فرمایا۔ فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور سعادت ابدی تربیت بقائی کہلاتی ہے اور اس کا دار و مدار اعتقاد صحیح نیک خلق اور عمل صالح پر ہوتا ہے ان سب دلیلوں سے خدا کا رب العالمین ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح ہزاروں دلیلیں خدا کے رب العالمین ہونے پر قائم ہیں گر کوئی ان تمام کو لکھنا چاہے تو نہیں لکھ سکے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم ناطق ہے:۔

قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی
لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی
ولو جئنا بمثلہ مددا

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

گلشنِ دہر کا ایک پھول

از: [illegible]

کامیاب انسان حقیقت میں وہی ہے جس نے اپنی زندگی کو قوم و ملت کی فلاح و بہبود کیلئے وقف کر دیا اور وہ یہ سمجھتا اور یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت زندگی کا صحیح مصرف یہی ہو سکتا ہے کہ اسے اس کے دین اور اس کی مخلوق کی خدمت میں صرف ہو کیونکہ زندگی کا یہی وہ واحد مصرف ہے جو انسان کو حیاتِ جاوید عطا کرتا ہے اور انسان اہل عالم کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ جناب عبداللطیف صاحب مرحوم کی شخصیت بھی انہیں میں سے ہے جنہوں نے زندگی جیسے قیمتی سرمایہ کا صحیح مصرف سمجھنے کی کوشش کی اور اسکو صرف کرتے رہے۔ قدرت نے مرحوم کو خالص نظر رحمت سے سنوارا تھا جس کے نکھار نے ہر ایک کا منظور نظر بنا دیا تھا۔ جو اپنے ایثار و قربانی سے اپنے خلاق کریمانہ و حسن تدبیر سے فخر قوم بنے جس کا پس منظر آج بھی ان کی حیات جاودان کی غمازی کر رہا ہے۔ موصوف ۱۷ شعبان المعظم بروز چہار شنبہ مطابق ۴ اپریل ۱۹۲۳ء کو آمبور میں پیدا ہوئے اور شفیق و کریم والدین کے زیر سایہ تعلیم و تربیت ہوتی رہی۔ مظہر العلوم ہائی اسکول سے ہائی اسکول کا امتحان پاس فرما کر مدراس میں کپڑے کی تجارت میں مشغول ہو گئے لیکن اس طرح نہیں جیسے کوئی اور انسان کسی ایک ہی شے میں مشغول ہو کر قوم و ملت سے بے خبر ہو جاتا ہے بلکہ اس بلند ہمت و بلند پرواز انسان کی دنیا ہی اور تھی۔ اپنے کاروبار میں عروج دینے کے ساتھ ساتھ اس مرد مجاہد نے تعمیر قوم و ملت میں زیادہ سے زیادہ اپنے قیمتی وقتوں کو صرف فرمایا۔ والد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہونے کے بعد آپ نے جب گھر کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیا۔ تو سب سے پہلے اپنے چھوٹے بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم

دلانے کی کوشش کی اور بدیا بھر اپنے حسن تدبیر و حسن خلق سے ان بھائیوں کو اچھے و بہتر ازدواجی رشتے میں منسلک فرما کر ان کیلئے بہترین زندگی کی راہیں کھولدیں۔ نہایت ہی وسیع الظرف پاکیزہ سیرت قوم کی کسی بھی معمولی تکلیف سے بے تاب ہو جانے والا انسان جسکی رگ و پے میں قوم و ملت کا درد لبریز تھا۔ آج تک کسی سے اس انداز میں نہ ملا اور نہ ایسا سلوک کیا جو اس کے لئے کسی شکایت کی گنجائش ہو۔

منظہر العلوم ہائی اسکول آمبور کے سکریٹری رہنے کے زمانہ میں آپ اسکول کو بہت ہی زیادہ آگے بڑھانے کے کوشاں رہے۔ اسکول کی ایک عمارت میں نمایاں طور پر حصہ لیکر اس کی تکمیل اپنے ہی سکریٹری کے زمانہ میں کی اور بلند ترین استعداد طلبا نکالنے کی سعی بلیغ فرماتے رہے اور کامیاب رہے جو کوئی فرماد رس یا صاحب ضرورت آپکے پاس آیا تو اس کے کام انجام دیا جس طرح آپکے والد مرحوم کے۔ عبدالسلام صاحب بندگان حضرت مکان کی خدمت کرتے رہے اور ان کے نام پر مرنا جینا باعث فخر سمجھتے رہے۔ یہی وہ عقیدت تھی جس کی بنا پر قدرت نے ان کو مقبولیت عامہ عطا فرمایا تھا۔ کہ ایک مزدور طبقہ سے لیکر سلاطین کی نگاہوں میں منظور و محبوب رہے لیکن مشیت کو یہ منظور نہ تھا کہ یہ گوہر نایاب زیادہ عرصہ تک اہل عالم کے سامنے رہے۔ لہٰذا قدرت نے دوشنبہ ۲۰ مئی ۱۹۶۳ء مطابق ۲۵ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۲ھ کو ان اہل عالم سے واپس لے لیا۔ مرحوم کی مقبولیت کا اندازہ اسی سے ہی لگایا جا سکتا ہے کہ جس وقت مدراس میں آپ کا وصال ہوا ہے تو سینکڑوں کی تعداد میں لوگ آپ کو دیکھنے ٹوٹ پڑے، جس نے جہاں سنا وہیں سے چل پڑا، جب آپ کا جنازہ آمبور کو لایا گیا تو کثیر تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ تقریباً دیکھنے و شریک ہونے والوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ کوئی نفس ایسا نہ تھا۔ جو اس غم میں مبتلا نہ ہو۔ حقیقت جو بھی ہو لیکن اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ اس نام کے لوگ یا تو بہت ہی کم عمر پاتے ہیں یا پھر بہت زیادہ عمر پاتے ہیں اور اس نام کی برکت کا یہ اکثر ثمرہ رہا ہے کہ اللہ نے اسے صاحب کمال بنایا ہے۔

مرحوم کی شادی مولانا شاہ محمد قاسم صاحب قادری کی نواسی بنت مظہر علی صاحب سے ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء مطابق ۱۷ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ روز یکشنبہ ہوئی۔ ان سے چند بچے ہیں جو زیر تعلیم ہیں۔

ہم سب دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاکؐ کے صدقے میں اس مرد مجاہد کو اپنی جوار رحمت میں بلند ترین جگہ عنایت فرمائے۔ بچوں کو دین و دنیا کی لازوال دولت و نعمت سے سرفراز فرمائے

آمین! بجاہ سید المرسلین

از ادارۂ اللطیف دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور (مدراس)

از:- مولوی محمد ضیاء الدین صاحب میمنوی (از زمرۂ سابعہ)



وَذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالّف بینَ قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانًا

کسی قوم کے عروج و زوال اور اقبال مندی کا کوئی ایک سبب نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں جب کوئی قوم ترقی کرتی ہے تو اس کے مختلف اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں اور وہ قوم خود بخود آگے بڑھ کر اقتدار حاصل کر لیتی ہے. جب اسی طرح اس کے تنزل کا دور آتا ہے تو اس میں جاہلانہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور رفتہ رفتہ وہ خرابیاں اس قوم کے پورے شعبہ ہائے زندگی پر حاوی ہو جاتی ہیں اور وہ قوم تباہی کے عمیق غار میں جا گرتی ہے. یہی حال قوم مسلم کا رہا کہ وہ حیرت انگیز طریقے سے دیکھتے دیکھتے پورے عالم پر چھا گئی اور جس نے اپنے حسن کرداری کو اہل عالم سے منوالیا. جب اس کے زوال کا زمانہ آیا. اس قوم کے بازو شل ہو گئے اور دماغ منجمد ہو گیا.

دوسری قومیں اس قوم کے زوال سے حیران ہیں کہ جو قوم اس قدر غیر معمولی اقتدار کی مالک تھی آج کس قدر اپنے مرتبہ سے گر گئی ہے. یہ سب کیوں ہوا اس کی وجہ سے کیا تھی ؟ وجہ صرف یہی ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں اور بخششوں میں پھنس کر خدا کو بھلا دیا یہ ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا قومی ہلاکت و تباہی کے سوا، دوسرا کچھ ہو نہیں سکتا. یہ خود اپنے ہاتھ کی کمائی ہے جس کے بارے میں ارشاد باری ہے.

ان اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّٰی یغیّروا ما بانفسہم

بیشک. اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت کبھی نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل دے. اسی لئے اسلام ہر حالت میں خدا کے یاد کی تلقین کرتا ہے اور ہر حال میں خدا فراموشی سے بچنے کا حکم فرماتا ہے. تاریخ شاہد ہے کہ جس قوم کو خدا نے اپنے ناز و نعمت میں پالا وہ قوم اس کے نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے اسی کی نعمتوں میں ڈوب کر اسی کو بھلا دیا. وہ اس طرح دنیا سے نیست و نابود ہو گئی کہ آج ان کے صحیح آثار تک نہیں. یہ قانون کسی ایک قوم یا ایک فرد واحد کیلئے خاص نہیں بلکہ یہ قانون ہر زمانے میں جاری ہے اور جاری رہے گا. مسلمانوں کے اسباب زوال میں سے جس سبب کو سب سے زیادہ اہمیت ہے وہ مسلمانوں کا باہمی اختلاف اور پھوٹ ہے. اسی قسم کا اختلاف اسلام سے پہلے عربوں میں تھا. سب سے پہلے اسلام نے ان کو ختم کر کے جو طاقت آپس کی خانہ جنگیوں میں صرف ہو رہی تھی. اس کا رُخ دوسری جانب موڑ دیا. چنانچہ خدائے تعالیٰ نے اہل عرب سے خطاب کرتے ہوئے جہاں اپنے بندوں پر ربانی احسانات کا تذکرہ فرمایا. وہاں خصوصیت کے ساتھ یہ احسان بھی بتایا ہے.

واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

(ترجمہ) اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان جب کہ تم آپس میں دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں باہمی محبت پیدا کر دی تو اس طرح تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ..

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس احسان کا نتیجہ ہے کہ عرب کے بدو جو تہذیب و تمدن سے بالکل ناواقف تھے. روم اور فارس جیسی طاقتور قوموں کو زیر و زبر کر ڈالا اور ان کو درس تہذیب و تمدن دیا لیکن آج وہ دبدبہ و شوکت گویا الف نہ بن کر رہ گئی۔ اس قوم مسلم کے متعلق حضرت ابو درداءؓ کا ایک واقعہ یاد آیا کہ روم کا خوب صورت شہر قبرص جب فتح ہوا، صحابہ اکرام کی ایمانی قوت کو روم کی منظم فوجیں شکست نہ دے سکیں اور رومیوں کی شان و شوکت کی ساری داستانیں ایک معمہ بن کر رہ گئی۔ رومیوں میں ایک کہرام مچا ہوا تھا اور مسلمانوں میں خوشی کی شہنائیاں بج رہی تھیں مسلمانوں کی اس عظیم کامیابی کے موقعہ پر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے تھے۔ حالانکہ یہ موقعہ کوئی رونے کا نہیں تھا بلکہ خوشی کا وقت تھا۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر فرمایا۔ آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دی ہے۔ آج کا دن مسلمانوں کی شان و شوکت کے اظہار کرنے کا موقعہ ہے۔ ایسے وقت میں آپ رو رہے ہیں؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ افسوس تم ایسا سوال کرتے ہو۔ جب مخلوق اپنے پیدا کرنے والے کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کی اطاعت چھوڑ دیتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہو جاتی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ رومی قوم کتنی باعظمت قوم تھی۔ ان کے پاس غلبہ تھا، دولت تھی ان کے پاس ملک تھے اور دنیا کے ناز و نعمت سے معمور، جب ان لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی تو ان کا یہ حشر ہوا ہے جس کو تم آج دیکھ رہے ہو۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ آپ نے فرمایا کسی آئندہ زمانے میں ملت اسلامیہ کا حال بھی ایسا ہی رومیوں جیسا نہ ہو جائے جس کا نتیجہ یہ ہوگا دوسری قوم ان پر قابض ہو جائے گی۔ قانون قدرت میں کسی کے لئے رعایت نہیں۔ سب کے لئے یکساں قانون ہے

مسلمانو! ذرا غور فرمائیے کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو کتنی شان و شوکت دی تھی۔ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت ان کے ٹھوکروں میں تھے مگر آج مسلمانوں نے اس ناز و نعمت میں نعمت کے دینے والے کو بھلا دیا۔ جس نے نعمتوں سے نوازا تھا اسی کے آستانے کو چھوڑا۔ اس کے آستانے پر جبہ سائی کرنے کی بجائے مغربی آستانہ پر پیشانی ٹیکنے سے سرفرازی کا خیال بازیچہ اطفال سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ صرف دعویٰ اسلام سے عزت اور سربلندی نہیں مل سکتی۔ یہ اس کا خیال خام ہے نجات اسی میں ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے اصول کو اپنا لے اگر کوئی احکام خداوندی کو اپنا لے تو پھر کوئی مشکل اس کے لئے مشکل نہ ہوگی کوئی طاقت اس کو سرنگوں نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں کا یہ ذلت ناک انجام لائق تعجب نہیں ہے بلکہ یہ سب کیوں ہوا ہے اس کی وجہ صرف وہی ہے احکام خداوندی کو سرے سے بھلا دیا اور درس اخوت کو دل سے ختم کر دیا جس کا انجام ان کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ ارشاد باری ہے ۔

اطیعوا اللہ و رسولہ و لا تنازعوا
فتفشلوا و تذہب ریحکم

(ترجمہ) اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری عزت ختم ہو جائے گی۔ اس آیت سے صاف صاف معلوم ہو گیا ہے کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ آپس میں جھگڑا نہ کریں اور ہمیشہ متحد رہیں اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری ہے :۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا
تفرقوا ۔

(ترجمہ) سب ملکر اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں پراگندہ نہ ہو جاؤ۔ غرض مسلمانوں کی قوت اور شان و شوکت کا سب سے بڑا سبب ان کا اتحاد تھا۔ درحقیقت وہ ایسی گراں مایہ پونجی تھی جس کے خلاف پر مسلمان جتنا بھی ماتم کریں کم ہے۔ یہ اسلامی اخوت نسبتی رشتوں پر فوقیت رکھتی ہے اور اس سے زیادہ مستحکم ہے جس کے متعلق یہ کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا ہے کہ اس کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔ اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ جب ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارگی محض زبانی نہیں تھی بلکہ اس کا اثر یہ تھا کہ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو اپنے مال میں برابر کا شریک بنا لیا حتیٰ کہ اگر کسی کے دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی سے نکاح کر دینے کیلئے تیار ہو گئے۔ آج ہماری خود غرضی اور اسلامی تعلیم سے دوری کا نتیجہ ہے کہ لوگ اپنے حقیقی بھائیوں کا جو میراثی حق ہے، اسے بھی ہضم کر جانے کیلئے تیار ہیں پھر اگر اس خود غرضی اور شامتِ اعمال کے افسوسناک نتائج ہمارے سامنے ہیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے کہ آج ہم اپنی شامتِ اعمال کے وجوہ سے در در مارے پھر رہے ہیں۔ نہ کوئی پرسانِ حال ہے نہ ہمارے بے بسی پر رحم کرنے والا ہے ہم پر یہ آفت اور مصیبت آنے کا سبب ہی یہ ہے کہ ہم نے اتحاد کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ حالاں کہ مسلمانوں کی قوت، عظمت اور شان کا سب سے بڑا سبب ان کا اتحاد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قلیل ہونے کے باوجود بڑی بڑی طاقتیں ان سے کانپتی تھیں مسلمانوں کے نصب العین کسی زمین کے محدود حصہ کی فلاح و بہبودی کے لئے نہیں تھے بلکہ ان کی دعوت عام تھی، ہر وہ شخص جس نے ان کی دعوت قبول کر لیا خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ کا بھی کیوں نہ ہو وہ ان کا بھائی ہو جاتا۔ اسلام نے اس وسیع برادری میں شامل کرنے کیلئے نسلی تعصبات اور ملکی خصوصیات کو اس طرح ختم کر دیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ایک شخص ان سب چیزوں پر بالاتر ہو جاتا تھا اور اسلام کا رشتہ ایک عربی و عجمی کو اس طرح باہم متحد کر دیتا تھا کہ کوئی چیز اس کو توڑ نہیں سکتی تھی۔ یہ کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ آج مسلمانوں کو ان تلخ تجربات اور در در کی ٹھوکریں کھانے کے باوجود اب بھی اتحاد سے کوسوں دور ہیں۔

آج بھی قوم مسلم غیر قوموں کی ترقیوں سے عبرت حاصل کر لے

فاعتبروا یا اولی الابصار

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مسٹر گاندھی سے کسی نے سوال کیا کہ عیسائی مشن افریقہ کے اندر اتنی کثیر رقم صرف کر رہا ہے اس کے باوجود عیسائی مذہب ایک محدود دائرے ہی میں ہے۔ اسلام بالکل خرچ نہیں کرتا پھر بھی بہت تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے۔ اسکی وجہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ اسلام کی سب سے بڑی خوبی جو غیر قوموں میں مفقود ہے وہ یہ ہے کہ ایک انسان اسلام لانے کے بعد ان کی برادری میں آجاتا ہے اور برابر کا حق دار ہو جاتا ہے

شعر

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ان کا وطیرہ ہے لیکن عیسائیت میں ایک انسان عیسائی ہونے کے باوجود کالے، گورے کا امتیاز ختم نہ ہو سکا۔ قوم مسلم کی نجات اور جملہ ترقیوں کا راز صرف قرآن مجید و حدیث رسول مقبول سرکارِ دو جہاں سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنانے ہی میں مضمر ہے۔

(نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم)

روزہ رکھنے کی دے خدا توفیق — ملّتِ حق کے نوجوانوں کو

از:- کے. ایس. محمد صبغت اللہ کالجی درم زمرۂ اولیٰ متعلم دار العلوم لطیفیہ مرکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

روزہ ہے ایمان کی زینت

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں جس طرح ایمان کے بعد نماز. حج زکوٰۃ ہے اسی طرح سے روزہ کا بھی درجہ ہے اور قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ۔

یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۝

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسے کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ. ماہِ رمضان المبارک نہایت برکت وعظمت والا مہینہ ہے اس کی بزرگی اور عظمت تمام اسلامی مہینوں پر فوقیت رکھتی ہے یہی وہ مہینہ ہے جس میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی خاص رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور جس میں طالبانِ زہد وعرفان مالا مال کئے جاتے ہیں اس ماہِ مبارک کے فضائل اس قدر کثیر ہیں کہ ان کو بیان کرنے کے لئے ایک مبسوط مضمون کی ضرورت ہے. ذیل میں صرف چند ضروری باتیں پیش کی جاتی ہیں. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ جب ماہِ صیام کا چاند نظر آتا تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے.

اللھم بارک لنا فی رمضان وسھل لنا اشکالنا

(اے اللہ ہمارے لئے ماہِ صیام میں برکت عطا کر اور ہماری مشکلیں آسان فرما)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک کا چاند طلوع ہوتے ہی شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں دوزخ کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور ہر روز حق سبحانہٗ وتعالیٰ بہت سے گناہگاروں کو عذاب سے نجات دیتا ہے اور نیک کام کرنے والوں کو دس گنا کا ثواب عطا فرماتا ہے اور برکتیں نازل فرماتا ہے (مفہوم) اس حدیث شریف کی شرح میں امام شیخ محمد عبدہٗ نے لکھا ہے کہ جب ماہِ صیام کا چاند نظر آتا ہے تو اہلِ سعادت صدق واخلاص کے ساتھ اپنے خدا کے حضور میں سر بسجود ہوکر گناہوں سے توبہ کرتے ہیں. نیک کام کرنے کا عہد کرتے ہیں. تزکیۂ روح اور طہارتِ قلب کیلئے سعی وکوشش کرتے ہیں. نیز جو اشخاص رات دن گناہوں میں مشغول رہتے ہیں وہ بھی ماہِ صیام کے آغاز ہوتے ہی اپنی سیاہ کاریوں سے اور معصیتوں سے مجتنب ہو جاتے ہیں اور تائب ہوکر نیک کاموں کی طرف توجہ کرتے ہیں اس صورت میں شیطانی طاقتیں مقید ہو جاتی ہیں اور بابِ جہنم بند کر دیا جاتا ہے اور چونکہ روز و شب نیکیوں کا اہتمام ہوتا ہے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں یوں تو بارہ مہینوں میں صرف رمضان کے روزے اس لئے فرض ہیں اور جو شخص بلا کسی عذر اور مجبوری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو وہ بہت ہی سخت گناہگار ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بلا کسی معذوری اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے اور اس کے بدلے اگر ساری عمر بھی روزہ رکھے تو اس کا پورا حق ادا نہ ہو سکے گا.

روزوں کا ثواب

روزوں میں چونکہ کھانے پینے اور نفسانی شہوت کے پورا کرنے سے اپنے نفس کو عبادت کی نیت سے روکا جاتا ہے اور اللہ کے واسطے اپنی

خواہشوں اور لذتوں کو قربان کیا جاتا ہے اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا ثواب بھی سب سے نرالا اور بہت زیادہ رکھا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بندوں کے سارے نیک اعمال کی جزا کا ایک قانون مقرر ہے اور ہر عمل کا ثواب اسی مقررہ حساب سے دیا جائے گا لیکن روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بندہ روزے میں میرے لئے اپنا کھانا پینا اور اپنے نفس کی شہوت کو قربان کر دیا ہے اس لئے روزہ کی جزا بندہ کو میں خود براہ راست دوں گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ روزہ دوزخ کی آگ سے بچانے والی ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے (جو دوزخ کے عذاب سے روزہ دار کو محفوظ رکھے گا) ایک دوسری جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور راتوں کو نماز پڑھی ایمان کے ساتھ اور ثواب کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ بخش دے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ رمضان شریف کے روزوں کو کسی حالت میں بھی نہ چھوڑتے تھے۔ ایک دن حضرت صرمہ بن قیس انصاری رحمتہ اللہ علیہ سارے دن روزہ رکھکر شام کو اپنا کام دھندا کر کے اپنے گھر واپس آئے مگر اس روز کھانے کیلئے گھر میں کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ان کی بیوی ان کے لئے کہیں سے ادھار لینے کیلئے گئیں مگر اتنے میں کہ وہ واپس آتیں یہ سو چکے تھے اس لئے رات کو بھی یہ کھانا نہ کھا سکے۔ دوسرے دن صبح کو پھر روزہ پر رکھ لیا اور روزہ رکھکر اپنے کام دھندے پر چلے گئے۔ دو دن کی بھوک اور اس پر محنت اور مزدوری کی وجہ سے دوپہر میں غش آگیا۔ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہ رمضان شریف کے روزوں کو سفر میں بھی نہ چھوڑتے۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گرمی میں سفر کر رہے تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ گرمی بہت سخت تھی۔ صحابہؓ میں جو لوگ روزہ سے تھے، جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں ان کو جانا تھا تو پیاس اور بھوک کی سختی کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفر میں روزہ قضا کرنا مناسب تھا۔ حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایک لڑائی میں شریک ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ حضرت مخرمہؓ روزے سے تھے پھر بھی وہ بڑی بہادری سے لڑتے رہے۔ ان کے بدن کا ہر حصہ زخمی ہو گیا۔ نزع کی حالت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کو پوچھنے کیلئے ان کے پاس آئے۔ اس وقت سورج ڈوب چکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مخرمہؓ نے پوچھا۔ کیا تم روزہ کھول چکے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں! بولے میرے لئے بھی تھوڑا سا پانی لاؤ تاکہ میں بھی روزہ کھولوں مگر پانی کے آتے آتے روزہ ہی کی حالت میں حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

روزوں کا خاص فائدہ

روزہ کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفت پیدا ہوتی ہے اور اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی طاقت آتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنے نفس کی خواہشات کو دبانے کی عادت ہو جاتی ہے اور روح کی ترقی اور تربیت ہوتی ہے لیکن یہ سب باتیں جب حاصل ہو سکتی ہیں کہ روزہ رکھنے والا خود بھی ان کے حاصل ہو سکتی ہیں کہ روزہ رکھنے والا خود بھی ان کے حاصل کرنے کا ارادہ رکھے اور روزہ میں ان تمام باتوں کا لحاظ رہے، جن کی ہدایت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یعنی کھانے پینے کے علاوہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بھی پرہیز کرے نہ جھوٹ بولے، نہ غیبت کرے نہ کسی سے لڑے، جھگڑے۔

الغرض روزہ کے زمانہ میں تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے پوری طرح بچے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو چاہئے کہ کوئی گندی اور بری بات اس کی زبان سے نہ نکلے اور وہ شور و شغب بھی نہ کرے اور اگر کوئی آدمی اس سے جھگڑا کرے اور اس کو گالیاں

دے تو اس سے بس یہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں (اس لئے تمہاری گالیوں کے جواب میں بھی گالی نہیں دے سکتا) اور ایک حدیث میں ہے کہ کتنے ہی روزہ دار ایسے روزہ دار ہوتے ہیں (جو روزہ میں بری باتوں اور برے کاموں سے پرہیز نہیں کرتے اور اس کی وجہ سے) ان کے روزوں کا حاصل بھوک اور پیاس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ الغرض روزے کے اثر سے روح میں پاکیزگی اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفت اور نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی طاقت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزے کی حقیقت اور اس کی صحیح قدر و منزلت سمجھنے کی توفیق دے اور اس کے ذریعے متقی اور پرہیزگار بننے کی صلاحیت عنایت فرمائے۔ (آمین۔ ثم آمین)

زکوٰۃ کے فوائد اور اسکی اہمیت

(صفحہ ۴۷ کا سلسلہ)

زکوٰۃ اور صدقات کے بعض دنیوی فائدے

زکوٰۃ اور صدقات کا جو ثواب اور جو انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا، اس کے علاوہ وہ اس دنیوی زندگی میں بھی اس سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ زکوٰۃ اور صدقات ادا کرنے والے مومن کا دل بڑا خوش و مطمئن رہتا ہے۔ غریبوں کو اس پر حسد نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کی بہتری چاہتے ہیں۔ اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور اس کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں عام دنیا کی نظروں میں بھی ایسے شخص کی بڑی وقعت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال میں بڑی برکتیں دیتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے فرزند آدم تو اپنے غریب حاجت مند بندوں پر اور نیکی کے دوسرے کاموں پر میرا دیا ہوا مال خرچ کر۔ جاؤ میں تجھ کو برابر دیتا رہوں گا۔ ہم مسلمانوں کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ زکوٰۃ کا دینا ہر مالدار مسلمانوں پر فرض ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں پر حقیقی ایمان و یقین نصیب کرے، اور ذوق و شوق کے ساتھ عمل کی توفیق دے۔ آمین! ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

زکوٰۃ کے فوائد اور اس کی اہمیت

از
کے. محمد ابراہیم
(کانجیوری)
متعلم مدرسہ دار العلوم لطیفیہ
زمرۂ ثانیہ۔

الحمد للہ ربّ العالمین والعاقبۃ للمتقین اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایمان ونماز کے بعد زکوٰۃ گویا اسلام کا تیسرا رکن ہے. زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس ایک مقررہ مقدار میں مال و دولت ہو، وہ ہر سال حساب لگا کر اپنی اس دولت کا چالیسواں حصّہ غریبوں پر اور خدا کی راہ میں جو زکوٰۃ کے خرچ کرے گئے اللہ و رسول مقبول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہیں خرچ کرے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الزکوٰۃ قنطرۃ الاسلام. فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ اسلام کا پل ہے.

زکوٰۃ کی فرضیت اور اہمیت

قرآن شریف میں جا بجا نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا بھی تاکید کی گئی ہے اگر آپ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوں گے تو اس میں بیسیوں جگہ پڑھا ہوگا. اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ. یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور کئی جگہ مسلمانوں کی لازمی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ :۔

الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ.

یعنی جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں وہ فرماں بردار مسلمان نہیں ہیں کیوں کہ اسلام کی جو باتیں اور جو صفتیں مسلمانوں میں ہونی چاہئیں وہ ان میں نہیں ہیں. بہر حال نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا قرآن شریف کے بیان کے مطابق اچھے مسلمانوں کی نشانی نہیں ہے. ایک دفعہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لیکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی وہ لڑکی سونے کے موٹے موٹے کنگن پہنی ہوئی تھی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو. اس عورت نے کہا، نہیں،، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس کو پسند کرتی ہو اللہ قیامت کے دن ان کنگنوں کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے اس عورت نے یہ سنا تو اسی وقت وہ ان دونوں کنگنوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دئے اور کہا. یہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں.

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ سال گذرنے پر اپنے اونٹوں گھوڑوں اور ان سب چیزوں میں سے جن پر زکوٰۃ فرض ہے. الگ الگ ہر چیز کی زکوٰۃ نکالتے تھے. عرب کے ملک میں کھجوروں کی پیداوار بہت ہے، جن پر جب کھجوروں کا موسم آتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہؓ اپنی اپنی کھجوروں میں سے زکوٰۃ نکال کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے اور آپؐ کے سامنے کھجوروں کا ڈھیر لگا دیتے.

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ وقت نے ان سے لڑنے کا ارادہ کیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے حضرت ابو بکرؓ کے خلاف تھی. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا. کہ ان لوگوں سے کیسے لڑا جا سکتا ہے. یہ تو اللہ اور رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں صرف زکوٰۃ ہی تو نہیں دیتے ہیں. حضرت

ابوبکر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اگر یہ بکری کا ایک بچہ بھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ دیتے تھے اور اب دینے سے انکار کریں گے تب بھی میں اُن سے لڑوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کو حکم بھیجا تھا کہ مسلمان عورتوں کو اپنے زیور میں سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دو۔

زکوٰۃ نہ دینے کا دردناک عذاب

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا جو بُرا انجام قیامت میں ہونے والا ہے اور جو سزا ان کو ملنے والی ہے وہ اتنی سخت ہے کہ اس کے سننے ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کانپنے لگتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے۔ اور اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ :۔ جس شخص کے پاس سونا چاندی (یعنی مال و دولت ہو) اور وہ اس کا حق ادا نہ کرے (یعنی زکوٰۃ وغیرہ نہ دیتا ہو) تو قیامت کے دن اس کے واسطے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی پھر ان کو دوزخ کی آگ میں اور زیادہ گرم کرکے ان سے اس شخص کی پیشانی کو اور پشت پر رکھا جائے گا اور اسی طرح بار بار ان تختیوں کو دوزخ کی آگ پر تپا کر اس شخص کی پیشانی اور کروٹ کو اور پشت پر رکھا جائے گا۔ اس شخص پر رکھا جاتا رہے گا اور روز قیامت کی پوری مدت پچاس ہزار سال کی ہوگی۔ تو گویا پچاس ہزار سال تک اس کو یہ سخت دردناک عذاب ہوتا رہے گا۔ بعض حدیثوں میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے اس کے علاوہ اور دوسرے قسم کے سخت عذابوں کا بھی ذکر آیا ہے وہ اگر زکوٰۃ دیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں خرچ نہ کریں تو بلاشبہ وہ بڑا ہی ناشکرے اور بڑے ظالم ہیں۔ اور ان کو جو سخت سے سخت سزا بھی قیامت میں دی جائے بالکل بجا ہیں

زکوٰۃ نہ دینا ظلم اور کفران نعمت ہے

پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ زکوٰۃ اور صدقات سے دراصل اپنے غریب اور ضرورت مند بھائیوں کی خدمت ہوتی ہے تو زکوٰۃ نہ نکالنا دراصل اپنے ان غریب اور مجبور بھائیوں پر ظلم کرنا اور ان کے حق مارنا ہے۔

زکوٰۃ کا ثواب

اللہ تعالیٰ کا دوسرا بہت بڑا کرم اور احسان یہ ہے کہ اس نے زکوٰۃ اور صدقات کا بہت بڑا ثواب مقرر کیا ہے۔ حالانکہ زکوٰۃ یا صدقہ دینے والا بندہ جو کچھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے دئیے ہوئے مال میں سے اللہ کیلئے دیتا ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ اس پر کوئی ثواب نہ دیتا تو بالکل حق تھا مگر یہ اس کا کرم ہے کہ اس کے دئیے ہوئے مال میں سے ہم جو کچھ اس کے حکم سے زکوٰۃ یا صدقہ کے طور پر اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو وہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے اور بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ فرماتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضعف لمن یشاء والله واسع علیم ۝

الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون ۝

ترجمہ :۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے اس خرچ کرنے کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے پودا اگے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے وہ بڑی وسعت والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر نہ وہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں۔ ان کے واسطے ان کے رب کے پاس بڑا ثواب ہے اور انہیں قیامت میں کوئی خطرہ نہ ہوگا اور اس آیت میں زکوٰۃ دینے والوں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین ۳ وعدے فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ جتنا وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس کے بدلے دس گنا زیادہ دے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کو بڑا اجر و ثواب ملے گا اور بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی۔ تیسرے یہ کہ قیامت کے دن ان کو کوئی خوف و خطر اور کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ سبحان اللہ۔

(باقی صفحہ [illegible] پر دیکھئے)

تقویٰ اور پرہیزگاری

از:- ٹی۔ اے۔ عثمان کانچی ورم
(زمرۂ رابعہ)
متعلم دارالعلوم لطیفیہ مرکان حضرت قطب ویلور

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

تقویٰ یہ ہے کہ انسان حرام چیزوں اور ان چیزوں کے کرنے سے پرہیز کرے جو شریعت کی نگاہ میں اس کیلئے مفید نہیں ہے۔ یہ اخلاق حسنہ ہی میں سے ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ آدمی دو نسبت رکھتا ہے ایک فرشتوں کے ساتھ جس کی جانب علم و عمل کے ذریعے مائل ہے اور دوسری چارپایوں کے ساتھ اس کی جانب کھانے پینے، جماع کرنے کا حریص ہے، اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ملائکہ سے اپنی نسبت قائم کرے اور اسی کی جانب مائل ہو اور بہیمیت سے اعراض کرے اس لئے کہ نفسانیت کی پیروی انسان کو حیوانیت کے بدترین درجے میں پھینک دیتی ہے اور اگر اس نے روحانیت کو اجاگر کیا تو ملائکہ سے بھی اس کی منزل بلند ہو جاتی ہے۔ خواہشات نفسانی کی پیروی ایک ایسی تاریکی ہے جو انسان کے درمیان حلال و حرام کی تمیز ختم کر دیتی ہے۔ جس کے سامنے عقل جیسی روشن ترین شے بیکار ہو جاتی ہے۔ لہٰذا بندے پر لازم ہے اپنے ہمت کے دامن کو گندگیوں کی آلودگی سے پاک رکھے اور ہر حال میں شریعت کے اصول کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھے اس لئے کہ اسی میں کامیابی کا راز مضمر ہے۔

حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مؤمن کیلئے تمام احوال میں تین چیزیں ضروری ہیں کہ حکم خدا بجا لائے ممنوعات سے بچے اور تقدیر پر راضی رہے پس مؤمن کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ کسی وقت ان تین چیزوں میں سے کسی سے خالی نہ ہو اور مؤمن کو سزاوار ہے کہ اس کا دل ان چیزوں کے ارادہ کو لازم کر لے، اور نفس سے انہیں کی بات کرے اور تمام احوال میں اپنے اعضاء کو انہیں میں لگائے رکھے۔ زاہدوں کے متعلق سرکار غوث پاک فتوح الغیب میں فرماتے ہیں۔ کہ:-

زاہدوں کی فضیلت

زاہد حصے کے اعتبار سے دو مرتبہ ثواب دیا جائے گا۔ اول دنیا کو ترک کرنے کی وجہ سے جبکہ وہ دنیا کو اپنی خواہش و موافقت نفس سے نہیں لیتا ہے بلکہ اسے محض حکم خدا سے لیتا ہے پس جب زاہد سے اپنے نفس کی دشمنی اور اپنے خواہش کی مخالفت ثابت ہو جاتی ہے اور وہ محققین و اہل ولایت میں شمار کیا جاتا اور زمرۂ ابدال میں اور جماعت عارفین باللہ میں داخل کیا جاتا ہے تو اس وقت زاہد کو ان اقسام نعم کے لینے اور ان سے تعلق قائم کرنے کا حکم دیا جاتا ہے کیوں کہ اب اس حال میں وہ حصے نعمتوں کے اس کیلئے ضروری ہیں اس کے غیر کیلئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں۔ یہ ازل سے مقدر ہو چکا اور اس پر قلم خشک ہو گیا اور علم اس بات پر گذر گیا۔ پھر زاہد جب قبول نعم کے اس حکم کو بجا لاتا ہے یا پھر علم الٰہی پر مطلع ہو جاتا ہے۔ پھر تقدیر اور فعل الٰہی کے اپنی شان میں جاری ہونے کے سبب ان نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے اور ان سے تعلق پیدا کرتا ہے بغیر اس کے کہ اس میں اس کی خواہش ارادہ اور ہمت وغیرہ کا دخل و لگاؤ ہو تو اس طرح زاہد کو بلا قصد لینے کی وجہ سے دہرا ثواب دیا جاتا ہے کیوں کہ اس صورت میں فعل حق کی موافقت یا امر حق کی بجا آوری کر رہا ہے اگر کوئی سوال کرے کہ آپ نے ایسے شخص کے بارے میں ثواب

کے متعلق کہا ہے جو ایک بہت بڑے مقام پر فائز ہیں اور ان کو زمرۂ ابدال و عارفین میں شمار کیا گیا اور وہ نفس و خواہشات یا ارادہ و آرزو اور جزائے اعمال کیلئے فانی ہیں اور انہوں نے اپنی عبادتوں کو فعلِ الٰہی قرار دیا ہے اور اس کی رحمت و توفیق ہی سے دیکھتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم خدا کے بندہ ہیں اور بندہ اپنے مولیٰ پر کوئی حق نہیں رکھتا ہے۔ کیوں کہ بندہ اپنی ذات سے اور اپنی تمام حرکات و سکنات اور اپنے ہر کسب سے اپنے مولیٰ کی ملک ہے۔ جب ایسی صورت ہے تو کیوں کر یہ کہنا درست ہوگا کہ اس سے ثواب دیا جائے گا حالانکہ وہ اپنے کام کا بدلہ اور ثواب کچھ نہیں چاہتا اور وہ کسی عمل کو اپنی طرف سے نہیں دیکھتا ہے بلکہ اعمال کے لحاظ سے اپنے کو بیکار اور مفلسوں سے زیادہ مفلس دیکھتا ہے تو اس سوال کے جواب میں کہا جائے گا کہ تو نے سچ کہا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محض اپنے فضل سے ثواب پہنچاتا ہے اور اپنی نعمت کے ناز میں اسے رکھتا ہے اور اپنے لطف و مہربانی اور رحمت و احسان و بخشش سے اس کی پرورش کرتا ہے کیوں کہ اس نے مصالحِ نفس اور نفس کے جو حصے باقی ہیں آخرت میں جمع ہیں ان کی تلاش اور تفریح کے لئے جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کرنے سے دنیا میں اپنے ہاتھ کو روک لیا اور وہ شیر خوار بچہ کی طرح ہو گیا ہے جس میں نفس کی مصلحتوں کے لئے کوئی جنبش نہیں ہے اور جیسے خدا کے فضل اور ماں باپ کے ہاتھوں پہنچنے والے رزق کے ساتھ ناز و نعمت کے ساتھ رکھا گیا ہے اور ماں باپ خدا کی طرف سے اس بچے کے ضامن اور وکیل ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندہ کو نفس کی مصلحتوں سے بے نیاز اور ایک سو کر دیا، تو مخلوق کے دلوں کو اس کی طرح جھکا دیا اور تمام مخلوق کو مہربان کر دیا اور اپنی رحمت و شفقت کو لوگوں کے قلوب میں اس کے لئے پیدا کر دیا کہ پھر ہر شخص اس پر مہربانی کرتا ہے اور اس طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ احسان کرتا ہے پس ہر اس شخص کی یہی حالت ہے جو اللہ کے سوا فانی ہے اور اسی طرح زہد و زاہد کی پہچان کے متعلق آپ فتوح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

جو آخرت چاہتا ہو

زہد و زاہد کی پہچان

اس پر واجب ہے

کہ دنیا کو چھوڑ دے اور جو اللہ کو چاہتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ آخرت کو چھوڑ دے پس لازم ہے دنیا کو آخرت کیلئے اور آخرت اللہ کے لئے ترک کر دے۔ پھر جب تک کہ کوئی لذت یا شہوتِ دنیا سے باقی ہے یا اس کے دل میں اشیاء راحت مثلاً ماکول مشروب ملبوس نکاح سواری سکونت حکومت ریاست اور فنونِ علمیہ سے کوئی فن جیسے علم فقہ روایات حدیث ہفت قرأۃ کے ساتھ قرآن اور نحو و صرف و لغت اور فصاحت و بلاغت کی طلب یا فقر و احتیاج کے زوال کی آرزو اور حصولِ غنا و تونگری کی خواہش اور آفت و بلا دور ہونے کی تمنا :-

حاصل یہ ہے کہ حصولِ نفع کی تمنا اور دفعِ ضرر کی آرزو کرنے والا زاہد حق نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان اشیاء میں سے ہر ایک کی لذت نفس اور موافقت ہوائے نفس اور راحتِ طبع اور محبتِ طبع ہے اور کل یہ چیزیں از قبیل دنیا ہیں جن میں اپنی بقا کو پسند کرتا ہے اور ان چیزوں سے دنیا میں سکون و طمانیت حاصل ہوتی ہے پس مومن کو یہ سزاوار ہے کہ ان سب کو قلب سے نکال دینے کی کوشش اور ان کے دل سے دور کر دینے اور ان کی جڑ نکال دینے کے لئے اپنے نفس کی گرفت کرے، اور نفس کو افلاس اور فقر دائمی پر راضی رکھے تاکہ ان میں سے کسی چیز کی محبت قلب کے کھجور کی گٹھلی چوسنے کے برابر بھی باقی نہ رہے اور راہِ حق کا زہد دنیا سے خالص ہو جائے۔ جب اس کا زہد پورا ہو گیا تو غم اور پریشانیاں اس کے دل سے اور سختی سے اس کے باطن سے نکل جائے گی۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زہد دنیا میں قلب کو راحت دیتا ہے پس جب تک ان میں سے کوئی شے قلب میں باقی رہے گی اس میں غم اور پریشانیاں اور خوف و ہراس سب قائم رہیں گے اور ذلت اس کے لئے لازم ہوگی اور اللہ عزوجل اس کے قرب سے نہ یہ نہ ہوتا حجاب قائم ہوگا اور یہ سب پردے نہیں کھلیں گے۔ جب تک کمال درجہ زوال ... دنیا نہ

نہ ہو جائے اور پورا قطع علائق نہ ہو جائے اور زاہد فی الدنیا ہونے کے بعد مومن پھر زہد آخرت کو اختیار کرے اور آخرت کے بڑے درجے اور بلند منزلیں حور و غلمان اور قصر بالاخانہ باغ اور سلوی اور لباس اور زیور اور کھانا اور پینا اور ان کے علاوہ وہ چیزیں جو اللہ نے اپنے مومن بندوں کے لئے جنت میں تیار رکھی ہیں طلب نہ کرے اور اللہ سے اپنے عمل پر کسی اجر و ثواب کا دنیا و آخرت میں قطعاً طالب نہ ہو تو ایسی حالت میں پھر وہ اللہ کو اپنی جانب سے رحمت اور فضل کے طور پر اس کا پورا پورا اجر دینے والا پائے گا اور اللہ اسے اپنا مقرب و نزدیک تر بنائے گا اور اس پر لطف فرمائے گا اور طرح طرح الطاف و احسان کے ساتھ اسے اپنا تعارف کرائے گا جس طرح کہ اپنے رسل اور انبیاء اور اولیاء اور خواص اور احباب عارفین کے ساتھ اس کی عادت جاری ہے اور بندہ اس وقت سے اپنی آخر حیات تک ہر روز اپنے کام میں ترقی پر رہے گا۔ اس کے بعد آخرت میں منزلوں کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی قلب بشر پر خطرہ گزرا اور یہ چیزیں ایسی ہیں جن کے سمجھنے سے عقلیں قاصر، کوتاہ اور عاجز اور جن کے اظہار و بیان سے عبارتیں قاصر ہیں۔

تقوی کے درجات

ہر مومن اقسام مخصص کے حاضر ہو جانے کے وقت ان کے لینے اور قبول کرنے میں تفتیش کرنے کے لئے مکلف ہے یہاں تک کہ حکم شرع ان کے مباح ہونے کی اور علم ان کے مقسوم ہونے کی شہادت دے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن تحقیق کرنے والا اور منافق جلدی لینے والا اور فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومن توقف کرنے والا ہے اور فرمایا جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسکو چھوڑ دے اور جو چیز شک میں نہ ڈالے اسے اختیار کرے پرہیزگاری کو اختیار کرنا لازم ہے ورنہ ہلاکت کی رسی کا پھندا تجھ سے لپٹا ہوا ہے جب تک خدا اپنی رحمت سے ڈھانک نہ لے کبھی تو اس پھندے سے نجات نہ پائے گا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم تمام مومنین کو زاہد و متقی بننے کی توفیق دے
(آمین. ثم آمین)

(بقیہ معجزات انبیاء علیہم السلام) صفحہ ۷۹ کا سلسلہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ام العبد سے دریافت کیا تو ام العبد نے جواب دیا۔ یہ بہت کمزور ہے۔ ریوڑ کے ساتھ بھی چل نہ سکی۔ اس لئے یہاں ٹھہری ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اجازت ہو تو اس سے دودھ دوہ لیں۔ ام العبد نے کہا۔ آپ کو دودھ مل جائے تو دوہ لیجئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بڑا برتن لاؤ اور پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر بکری سے دودھ دوہنا شروع کیا۔ اس لاغر بکری سے، جو چراگاہ تک جانا دشوار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے اتنا دودھ دستیاب ہوا کہ برتن بھر گیا اور سب کو پلایا گیا۔ دوبارہ پھر دودھ دوہا گیا۔ پھر برتن بھر گیا۔ جب سب سیراب ہو گئے تو آخر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اسی بکری سے حضور نے سہ مرتبہ دوہا اور اس دودھ کو گھر والوں کے لئے چھوڑ دیا پھر آپ روانہ ہو گئے۔

(و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

ختم شد

معجزات انبیاء علیہم السلام

از سید محمد اسحٰق زمرۂ رابعہ مدرسہ لطیفیہ حضرت مکان ویلور

خالق کائنات نے انسانوں کی ہدایت کیلئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا۔ ان حضرات کو تفضیلت نبوت و رسالت کے علاوہ اللہ نے کچھ ایسے مافوق الفطرت خصوصیات عنایت فرمائے، جنہیں عام انسانی عادتیں کرنے سے قاصر ہیں، جنہیں ہم خرق عادات و معجزہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ معجزہ ان شخصیتوں کو اس لئے دیا گیا تاکہ ان کی نبوت و رسالت کی دلیل ہو اور اس کے ذریعے اپنی قوم کے سامنے اپنی نبوت و رسالت کو مبرہن فرماکر اپنی نبوت و رسالت کا ان سے اقرار لیں۔ ہر زمانے میں قوم کی ہدایت کیلئے انبیاء و رسل آتے رہے اور حسب اقتضاء زمانہ ان کو معجزات عطا کئے گئے تاکہ اس کے ذریعہ سے قوم کو غلط روی سے بچایا جاسکے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فن جادوگری کو مصر میں بہت زیادہ عروج تھا اور اسی کو کمال سمجھا جاتا تھا تو اللہ نے آپ کو عصا کا معجزہ عنایت فرمایا، تاکہ اس کے ذریعے فرعونی طاقت کا خاتمہ فرماکر قوم کے سامنے حقانیت کا اظہار فرمائیں۔ چنانچہ ایک دن فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ اے موسیٰؑ! ہم اپنے جادوگروں کو جمع کرکے آپ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور ایک دن مقابلہ کا مقرر فرمادیا گیا۔ فرعون نے اپنے تمام جادوگروں کو مقابلہ کیلئے جمع کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا کمال دکھانے کو کہا تو فوراً انہوں نے اپنی اپنی رسیاں و ڈنڈے ڈال دئے۔ جو ہر طرف سے سانپ بن کر دوڑنے لگے۔ یوں دیکھکر حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے حکم سے اپنا عصا ڈال دیا۔

وَالْقِ مَا فِی یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی

خدا کے حکم سے آپ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا، وہ اژدھا بن گیا اور تمام سانپوں کو نگل گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھکر تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور پکار اٹھے اٰمنا برب موسیٰ و ھارون۔ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لائے۔

ایک دوسرا اعجاز یہ ہے کہ جب آپ حکم رب سے قوم بنی اسرائیل کو لیکر مدائن کو روانہ ہوئے تو فرعون نے لشکر جمع کرکے آپ کا پیچھا کیا۔ موسیٰ علیہ السلام جب دریائے نیل پر پہنچے تو کوئی راستہ نہیں تھا۔ قوم اس حالت کو دیکھکر گھبراگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی اور پھر حکم رب سے اپنا عصا دریا میں ڈال دیا تو اس دریا کے بارہ راستے ہوگئے اور قوم اسی راستے سے دوسرے کنارہ پر پہنچ گئی اور فرعون جب اپنے لشکر کے ساتھ اس میں داخل ہوا تو خدا کے حکم سے دریا کے راستے اس میں مل گئے اور جملہ فرعونی دریا کے اندر غرق ہوکر تباہ ہوگئے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر پتھر سے پانی کے چشمے جاری فرمائے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دیا تھا کہ آپ جب اپنا دست مبارک مادرزاد اندھوں کے آنکھوں پر پھیر دیتے یا اپاہجوں اور کوڑھیوں پر پھیر دیتے تو وہ فوراً اچھا ہوجاتا۔ بینائی واپس آجاتی۔ برسوں کے مرے ہوئے انسان کو قبر سے زندہ کر دیتے تھے اور مٹی سے چڑیاں بناکر اس میں جان ڈالکر اس کو اڑا دیتے تھے۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعجاز عطا فرمایا تھا کہ جب کوئی لوہا آپ کے (باقی صفحہ ۷۹ پر ملاحظہ کیجئے)

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اسلام کی عظمت کا افسانہ سناتا ہوں
کیا اصل و حقیقت ہے دارا و سکندر کی

تاریخ اسلام

از:۔ محمد رفیق احمد فہمی مالوری (زمرۂ سادسہ)

تاریخ ہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں قوم وملّت کے کارناموں اور اس کے حسن و قبح کو اچھی طرح دیکھا جا سکتا ہے اور اس کے عروج و زوال کے اسباب کو کما حقہ جانا جا سکتا ہے کسی بھی قوم وملت کی حقیقت اور اس کے اصول زندگی کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کی تاریخ ہو اگر تاریخ نہ ہوتی تو یقیناً ہم اقوام و ملل ماضیہ کے حالتوں سے جاہل اور بے بہرہ ہوتے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ کسی قوم کے ترقی و عروج کے لئے تاریخ اس کا جزو لاینفک ہے کہ بغیر اس کے ترقی کی بلند منزل کا پانا ممکن نہیں تو قطعاً بے جا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ قوم تاریخ کی ہی روشنی میں اپنی صحیح راہ متعین کرتی ہے۔ صرف تاریخ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے ہم اپنے اسلاف کے کارنامے اور ان کی اچھائیوں ان کی ترقیوں کو صحیح معنوں میں جان سکتے ہیں اور وہی کارنامے ہمارے لئے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔

تو اریخ عالم میں تاریخ اسلام بھی وہ حسین و زرین تاریخ ہے جس نے دنیا کی ہر قوم کو دعوت مطالعہ پر مجبور کر رہا اور کیوں نہ ہو جبکہ ایک بہت ہی مختصر سی مدت میں اسلام اپنی معنوی خوبیوں کے تحت دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم پر چھا گیا اور اس وقت کی متمدن روم و ایران و یونان کی قومیں بہت ہی پیچھے رہ گئیں اور آن کی آن میں ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ اسلام کے جگمگاتے اصول زندگی کے سامنے ان کی نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں اور مجبور ہو کر ان کو گھٹنا ٹیک دینا پڑا۔ اس وقت اسلام کے تمام رخوں کو پیش کرنا تو ممکن نہیں اس وقت صرف اس تاریخ کو پیش کروں گا جنکو معاندین نے خصوصی طور سے اپنا کر اسلام کو بدنام کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ ہمیں یہ بتانا ہے کہ اسلام ہی کا واحد اصول عدل و مساوات ہے جس نے تمام انسانوں کے برابر حقوق دلوائے۔ بانی اسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی تبلیغ شروع کی توحید و رسالت کے بعد سب سے زیادہ اخوت و بھائی چارگی اور مساوات پر [illegible] زور دیا اور ہر ایک کو ایک نگاہ سے دیکھا۔ اسلام نے اصول پر عمل کا مطالبہ ہر ایک سے مساویانہ طور پر کرتا رہا ہے اس کے نزدیک نسبی و نسلی اونچ نیچ کی کوئی حقیقت و حیثیت نہیں۔ چنانچہ آپ اس کا اندازہ واقعۂ ذیل سے لگائیں جبکہ قریش کے معزز خاندان قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ لوگوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کیلئے بھیجا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا تم سے پہلے کی امتیں اسی وجہ سے برباد ہو گئیں کہ وہ معمولی اور ادنی درجہ کے لوگوں کو سزا دیتی تھیں اور معزز اور اعلی لوگوں کو درگذر فرما دیتی۔ قسم ہے رب العزت کی اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتیں تو ان کے بھی ہاتھ کاٹ دئے جاتے

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ ہے۔ ابو درداسلمی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے ان کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا۔ بیچارے حد درجہ کے مفلس اور غریب تھے ان کے بدن کے کپڑے کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہ تھا۔ یہودی نے اپنا قرض مانگا۔ ابودردا رضی اللہ عنہ نے مہلت طلب کی لیکن وہ مہلت دینے پر رضامند نہ ہوا اور انہیں پکڑ کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا قرض ادا کردو۔ انہوں نے مجبوری ظاہر کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ اس کا قرض ادا کردو۔ انہوں نے مجبوری ظاہر کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ اس کا قرض ادا کردو۔ انہوں نے پھر معذرت کی۔ انہیں دنوں آں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی مہم کا ارادہ فرما رہے تھے حضرت نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غزوۂ خیبر قریب ہے، وہاں سے کچھ مل گیا تو میں قرض ادا کردوں گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حکم دیا کہ ابھی ادا کردو۔ آخر حضرت دردار رضی اللہ عنہ نے اپنی تہمد کھول کر یہودی کے حوالے کردیا اور سر سے عمامہ اتار کر اسے اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا۔

اسلام ہی کی وہ زرین تاریخ ہے جس نے اس دنیا میں انسانوں کے گلے سے غلامی کی زنجیر کاٹ کر آقا و غلام کو ایک مقام پر لاکر کھڑا کیا۔ اسلام ہی جس نے مظلومین کے ایک بہت بڑے طبقے کو ظالم کے سنگین پنجوں سے نجات دلاکر اپنے مقام سے متعارف کرایا۔ چناں چہ تاریخ شاہد ہے کہ جب ان مظلومین غلاموں کو اسلام کا دامنِ کرم ملا تو کس طرح ان کی صلاحیتیں ابھریں اور انہوں نے کیسے کیسے بلند ترین کارنامے انجام دیئے !!!

صفحہ ۸۵ کا سلسلہ "بقیہ شکر کی اہمیت"

جیسا فرمایا کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع۔
سبحان اللہ ان نعمتوں کا شکر کس سے ہو سکتا ہے

اور اس کی یہ ذرہ نوازی ہے کہ بندے ہزار گناہ کرتے ہیں۔ ایک ندامت پر ان کو بخشتا ہے۔ ہر مصیبت پر تو یہ علحدہ اور ہر نعمت پر شکر جداگانہ نہیں چاہتا۔ تفاسیر معتبرہ میں ہے کہ شکر الٰہی کے ادا کرنے میں چند باتوں کا جاننا مقدم ہے۔ ایک یہ کہ جو نعمت ملے اس کو محض خدا کا فضل جانے، اپنی لیاقت اور قابلیت کو واسطہ نہ گردانے تا ادائے شکر کے قبل شکر گذاروں میں شمار ہو۔ بیہقی نے حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت نے فرمایا کہ جس شخص کو نعمت ملتی ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ نعمت محض من جانب اللہ ہے۔ قبل ازیں کہ زبان سے شکر ادا کرے۔ حق تعالیٰ اس کے اس جاننے کو نعمت کے شکر میں محسوب فرماتا ہے اور جو کوئی کپڑا پہننے کے وقت شکر بجالاتا ہے، ہنوز وہ کپڑا زانو تک نہیں پہنچا کہ اللہ کے نزدیک وہ شکرگذار لکھا جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ کو ادائے شکر میں قاصر سمجھے تا پورا شکر ادا ہوئے اس واسطے کہ شکر سے عجز عمدہ شکر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے جب شکر سے عجز فرمایا۔ الآن شکرتنی کا ان کو خطاب آیا۔

نہ گنجد کرم ہائے حق در قیاس
چہ خدمت گذارد زبانِ سپاس

(بقیہ معجزات انبیاء علیہم السلام) صفحہ ۷۶ کا سلسلہ

اپنے ہاتھ میں لیتے تو وہ فوراً پگھل کر موم بن جاتا تھا۔

اسی طرح اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا تو خالق کائنات نے خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اعجاز فصاحت و بلاغت عطا فرما کر مبعوث فرمایا۔ قرآن عظیم کا ایک ایسا دائمی معجزہ عنایت فرمایا۔ جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے سارے عرب کے فصحا و بلغا نے سر ٹیک دیا۔ خود حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انا افصح العرب والعجم

علاوہ ازیں بیشمار معجزات آپ کو عنایت فرمائے۔ جن میں سے دو ایک کا ذکر تبرکاً کیا جا رہا ہے۔

روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو لوگ ہر چہار طرف سے ایمان لانے کیلئے آنے لگے۔ ایک مرتبہ بہت سے عرابی ایمان لانے کی غرض سے آنے لگے۔ راستے میں سردار قریش ابو جہل مل گیا اور ان لوگوں سے کہا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے ہو مگر بغیر معجزے کے ان پر ایمان نہ لاؤ ان سب نے کہا کیا معجزہ ہم لوگ ان سے طلب کریں۔

ابو جہل نے کہا، چلو ہم سب بھی تمہارے ساتھ چلیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کریں۔ تب سب ملکر آئے اور کہا اے محمدؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اہل قریش اور اعرابی سب جمع ہوئے ہیں ایک معجزہ دکھاؤ تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا معجزہ چاہتے ؟

تو ان لوگوں نے کہا فلاں میدان میں ایک سفید پتھر پڑا ہے۔ اس کا رنگ گل سرخ کی طرح ہو جائے اور اس سے ایک درخت خرما کا پیدا ہو اور ہر شاخ پر سو سو پتے ہوں اور وہ شاخیں پھولوں سے بھری ہوئی ہوں اور ہر پتے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہو اور اس کی ہر شاخ میں کچھ تو کچھ میٹھے ہوں اور ہر میوہ میں کچھ قسم کا مزہ ہو مانند کھجور کے اور انگور کے اور سیب کے اور انار کے اور آم کے اور بیر کے اور ہر شاخ میں ایک چڑیا سفید پیدا ہو جائے اور اس کی منقار سونے کی ہو اور اس کا پاؤں مثل لعل کے ہوں اور اس کی زبان فصیح ہو اور تمہاری پیغمبری کی گواہی دیوے۔ تب ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔

یہ سب باتیں رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللھم اعطنی ھذہ المعجزۃ۔

یعنی اے اللہ مجھکو یہ معجزہ عطا فرما! اتنے میں حضرت جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمایا جو درخواست رسول مآبؐ نے بارگاہ ربوبیت میں کی تھی وہ مقبول ہو گئی جو آپ چاہتے ہیں اس پتھر سے طلب فرمائیں خدا کے فضل و کرم سے ظہور میں آ جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کی طرف اشارہ کیا اور فوراً حسب منشا وہ چیزیں ظہور میں آ گئیں۔ یہ اعجاز دیکھ کر سب عرابی ایمان لائے اور اہل قریش منحرف ہو کر چلا گئے۔

سفر ہجرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ام العبد کے خیمہ سے ہوا۔ جو بہت کمزور بوڑھی تھی اور خیمہ کے سامنے بیٹھی رہتی تھی، راہ گیروں کو پانی پلاتی اور کھجوریں وغیرہ بھی فروخت کرتی تھی۔ اس سفر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور اونٹ پر حضورؐ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ مختصر ترین قافلہ تھا۔ ام العبد کے خیمہ پر آرام کرنے کیلئے ٹھہر گئے۔ بوڑھیا سے پوچھا گیا کہ اس کے پاس کچھ کھانے پینے کو ہے ؟

اس نے جواب دیا (نہیں)، اگر ہوتا تو خود ہی پیش کرتی تھی۔ ام العبد کے بھائی جیش بن خالد کا بیان ہے کہ خیمہ میں ایک دبلی کمزور بکری کھڑی ہوئی تھی۔ (بقیہ صفحہ ۷۵ پر)

توکل اور اس کے ثمرات

از: پی. اے. محمد عظمت اللہ کانجی رمم. دوم جی زمرۂ رابعہ دار العلوم اللطیفیہ

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ط.

اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے.

متوکل وہ ہے جو ہر معاملے میں اپنے رب پر بھروسہ رکھتا ہو. توکل کے لغوی معنی ہیں کہ اللہ کے ساتھ ہو کر مخلوق سے منقطع ہو جانا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ دل کو اسباب سے اٹھا کر مسبّب الاسباب کی جانب متوجہ کر دینا اور اپنے کام کے کفایت کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے طلب کرنا جس نے اپنے جملہ امور کو اللہ کے سپرد کر کے اس کے رحم و کرم پر اعتماد کر لیا تو یقیناً اس کا ہر امر حسب پسند و دل خواہ ہو گا. لہٰذا ہر انسان پر لازم ہے کہ توکل کے مراسم کو ہرگز ترک نہ کرتے تاکہ عنایت ربی اس کے شامل حال ہو. منقول ہے کہ ایک روز ایک بادشاہ نے کسی عالم سے پوچھا کہ اہل ایمان کی نصرت کن چیزوں میں ہے انہوں نے فرمایا دو چیزوں میں ہے. ایک نماز کے ادا کرنے میں اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے کرم پر بھروسہ کرنے میں. توکل کرنے والوں کے بارے میں بہت فضیلتیں آئی ہیں. چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے

والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لنبوئنھم من الجنۃ غرفا تجری من تحتھا الانھار خٰلدین فیھا نعم اجر العٰملین الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے ان کو ہم بہشت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے. کیا ہی بہتر اجر ہے ان عمل کرنے والوں کیلئے جنہوں نے دنیا میں صبر کیا اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں

جس نے نعم المولیٰ ونعم الوکیل کی حقیقت کو کماحقہٗ سمجھ کر اس پر ایمان لایا اور یقین کامل رکھا اور یہ جانا کہ ہر شے رجوع الی اللہ ہی ہونے والی اور اسی سے متعلق ہے یقیناً ایسا انسان کبھی حیران و پریشان نہیں ہو سکتا اور ہمیشہ رحمت و عنایت ایزدی اس کے شامل حال ہو گی اور اس کا دل دنیا سے بے نیاز ہو کر تدبیر کی پریشانیوں سے محفوظ ہو جائے گا. اور ان اسباب پر یقین کامل ہو گا کہ خالق کائنات نے جتنی چیزیں مقدر فرما دی ہیں ضرور وہ ملینگی چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم خدا پر بھروسہ کرو گے تو حق تعالیٰ تم کو اسی طرح رزق دے گا. جس طرح پرندوں کو دیتا ہے یعنی بلا مشقت و پریشان ہونے کے، پرندوں کی طرح توکل کرو کہ وہ اپنے گھونسلوں میں کل کیلئے دانہ جمع نہیں کرتے اور کل کی فکر آج نہیں کرتے، اپنے کام کو خدا کے حوالہ کر دے کہ وہ پورا کر دے گا. توکل دل کی حالت ہے جس کا ثمرہ ایمان ہے. توکل کی تعیین دو چیزوں سے ہے اول یہ کہ خالق کائنات کی وحدانیت پر ایمان لائے جس نے تمام بندوں کو توکل کا حکم دے کر شرط ایمان قرار دیا ہے. چنانچہ ارشاد فرماتا ہے.

وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مؤمنین ط

یعنی اللہ ہی پر بھروسہ کرو. اگر تم ایمان والے ہو تو توکل علی اللہ کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک ایک گوشہ پر نظر ڈالئے. شدائد اور مصیبتوں اور مخالفتوں کی کوئی ایسی قسم نہ ہو گی جو آپ کی راہ میں حائل نہ ہوئی ہو لیکن توکل علی اللہ کا یہ اثر تھا کہ کبھی بھی یاس و نا امیدی اور خوف و بیم سے آپ کا دل آشنا نہ تھا. کہ

کی تنہائیوں میں مصائب کے ہجوم میں دشمنوں کے نرغہ میں بدر اور اُحد اور حنین کے خون ریز معرکوں میں توکل علی اللہ کا ایک ایسا جلوہ نظر آتا ہے کہ جب آپ کے چچا ابو طالبؓ سمجھاتے ہیں کہ اے جان پدر! میں کب تک تمہارا ساتھ دوں گا۔ اس کام سے ہاتھ اٹھاؤ۔

آپؐ فرماتے ہیں۔ عم محترم! آپ میری تنہائی کا خیال نہ کیجئے۔ اللہ میرا مددگار ہے۔ ایک دفعہ حرم میں بیٹھ کر کفار نے باہم مشورہ کیا کہ محمدؐ جیسے ہی قدم رکھیں ان کو قتل کر ڈالا جائے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی یہ باتیں سن رہی تھیں۔ وہ روتی ہوئی آپ کے پاس آئیں اور واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ان کو تسکین دی اور وضو کیلئے پانی منگوایا اور وضو کر کے اللہ کے بھروسہ سے خطیرحرم کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہجرت کی رات کفار قریش خون آشام ارادوں کے ساتھ کاشانۂ اقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے لیکن آپؐ نے توکل علی اللہ کرتے ہوئے اپنے عزیز قریب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ بستر پر لٹایا اور فرمایا انشاء اللہ تم کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا گھر کے باہر چاروں طرف دشمن ننگی تلواریں لئے محاصرہ کئے ہوئے ہیں لیکن آپ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیتیں پڑھتے ہوئے اطمینان کے ساتھ گھر سے باہر نکل جاتے ہیں۔

مکہ سے نکل کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں آپ نے پناہ لی۔ قریش جوش انتقام میں آپ کا تعاقب کرتے ہوئے اس غار کے پاس پہنچ گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دشمن سر پر آگئے اگر جھک کر دیکھیں گے تو ہم پر نظر پڑ جائے گی۔ اس وقت بھی آپ نے پُرسکون انداز میں فرمایا۔ ان دونوں کو کیا خوف جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے جیسا کہ کلام الٰہی میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔

لا تحزن ان اللہ معنا ط۔

غمگین نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ قریش کے اس اعلان کے بعد۔ جو کوئی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا ان کا سر کاٹ لائے گا۔ اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔

سراقہ بن جعشم نے آپؐ کا تعاقب کیا اور آپؐ کے قریب پہنچ گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار پلٹ کر دیکھ رہے تھے لیکن آپؐ نے ایک دفعہ بھی مڑ کر نہیں دیکھا اور طمانیت قلبی کے ساتھ تلاوت قرآن کرتے ہوئے راستہ طے کرتے رہے۔ جو شخص ضرورت کے وقت اتنے کھانے پر جس سے پیٹ بھرے یا اتنے کپڑے پر جس سے بدن ڈھکے قناعت کرے تو اس نے توکل کو پورا کیا۔ توکل کی اصل حقیقت یہ ہے کہ امید کوتاہ کرنا۔ اگر متوکل چور سے بچنے کیلئے دروازہ بند کر کے مقفل کر دے یا دشمن سے بچاؤ کیلئے تلوار اپنے پاس رکھے تو اس کا توکل باطل نہ ہوگا جو توکل والے ہیں ان کا مال چور لے جاتے ہیں تو غمگین نہیں ہوتے تقدیر پر راضی رہتے ہیں۔ اگر متوکل نے شکایت کی اور چور کے ڈھونڈنے میں مبالغہ کیا اور صبر کے درجہ سے بھی گر گیا وہ نہ صابرین میں داخل ہے نہ متوکلین میں اور اس بات پر ایمان لائے کہ حق تعالیٰ وہی کرتا ہے جو اس کے حق میں بھلا ہو۔ بندہ نہیں جانتا کہ اس کی بھلائی کس میں ہے۔ خداوند عالم بہتر جانتا ہے۔ متوکل جب گھر سے باہر جائے تو دل میں یہ نیت کرے کہ میرا مال اگر چور لے جائے تو میں اس کو بخش دوں گا۔ شاید وہ چور مفلس ہو اور اس سے اس کی حاجت پوری ہو۔

مثنوی

نیست کسبے از توکل خوبتر ⁂ چیست از تفویض خود محبوب تر

ہیں توکل کن ملرزاں پائے و دست ⁂ رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است

گر ترا صبری بدی رزق آمدی ⁂ خویش را چوں عاشقاں بر تو زدی

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ عظمت اللہ وہاب
زمرد سال دوم
(بیسویں)

جب دنیا میں انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ کسی نہ کسی چیز کی محبت کو ساتھ ضرور لاتا ہے انسان ایک منفی حیثیت رکھتا تھا اور اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ وہ ایک بے حس و بے شعور قطرۂ ناچیز تھا۔ جب کسی کی محبت اس کو جوش دلاتی ہے تو وہ ابھر کر دنیائے فانی کی طرف رخ کرتا ہے، اور جہانِ فانی میں آتے ہوئے اپنے سینہ میں محبت کی چنگاری بھی ساتھ لاتا ہے جیسے بھنورا پھول کی محبت، پروانہ شمع کی محبت، مچھلی کو پانی کی محبت، مقناطیس کو لوہے کی محبت۔ اسی طرح ہر ایک مومنِ کامل جب دنیا میں آتا ہے تو سرکارِ دو عالم سرورِ انبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ضرور لاتا ہے۔

پروانہ کو شمع چاہئے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

جب دنیا میں خدا کی مخلوق حد سے زیادہ تجاوز کر چکی تھی تو رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہانِ فانی میں مبعوث ہوئے اور اپنی محبت و شفقت سے سارے عالم کو سیدھی راہ دکھلائی اور آخرت کے عذاب سے چھٹکارا دلایا۔ قرآن اور حدیث گواہ ہیں جبتک محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے قلب و جگر، تن در روح اور رگ و ریشہ میں خون کی طرح جاری و ساری ہو اس وقت تک ہم حال و مستقبل کی سعادت و ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔ جبتک کہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قلب و روح میں پیوست نہ ہو جیسے خوشبو پھول میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے۔ خوش رنگ پھول نظروں کے لئے دیدہ زیب ہوتا ہے۔ اس سے دل و جان کو فرحت حاصل نہیں ہوتی ہے پھول بغیر خوشبو کے بھی کارآمد ہو سکتا ہے۔ خواہ خوشبو ہو یا نہ ہو، لیکن قلبِ مسلم بغیر محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا نہیں اور بغیر حبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا جیسے علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

جیسے بغیر چراغ کے نہ رستہ دیکھ سکتا ہے۔ کھا سکتا ہے اسی طرح محبتِ رسولؐ کے بغیر دنیائے مسلم تاریک ہے۔

قل ان کان اٰباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارت تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین۔ توبہ

قرآن میں صاف و صریح الفاظ میں مسلمانوں کو ارشاد فرما دیا گیا ہے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے دلوں میں اس طرح راسخ کر لیں کہ اپنا زر و زیور، مال و متاع، آل و اولاد وغیرہ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلے میں ہیچ ہو جائے۔ انسانِ کامل انسانِ حقیقی اور مومنِ کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جبتک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوقات اور جان سے زیادہ محبوب تر نہ رکھے۔ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیکم من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ فرمایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سوائے میری جان کے بیوی اولاد اور مال و دولت سے زیادہ آپ کو عزیز رکھتا ہوں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تمہارا ایمان کامل نہیں ہوا۔ تمہارا ایمان اس وقت تک کامل و اکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے عزیز نہ ہو جاؤں۔ یہ فرما کر آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر دست مبارک رکھا، فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ پکار اٹھے، کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ جب کوئی شخص صرف خدا کی محبت رکھے یعنی خدا کی ہر ہر نعمت کا شکر کرتا اور اس کے ہر حکم پر پابند رہے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹے یا ان کا انکار کرے تو وہ انسان ایک بے پوست ولے مغز سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنی ہر خواہش کو، ہر مرضی کو محبوب کی مرضی پر قربان کر دے اور ہر حال میں اسکی رضا اور خوشی کا خواہاں رہے ورنہ ہر دعویٰ غلط و فریب ہے، ملاحظہ فرمائیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کی زندگی کو کس طرح انہوں نے اپنی ہر خواہش کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر قربان فرما دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہجرت کی شب جان ہتھیلیوں میں لے کر بستر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر رات بھر میٹھی نیند سوتے رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی خاطر اپنی ساری کائنات لٹا دی اور حضرت خبیب رضی نے محبت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں دار پہ جان دیدی اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے محبوب خدا، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے دونوں ہاتھ شل کرا دیا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے عشق مصطفےٰ میں اپنے دندان مبارک توڑ ڈالے۔ قرآن و حدیث دونوں اس حقیقت پر دلیل ہیں کہ عشق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی تکمیل ایمان اور سعادت و فلاح دارین کا ایک واحد ذریعہ ہے اگر قلب و روح اس

دولت سرمدی سے محروم ہیں توفیق کر لینا چاہیے۔ ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ معیار ایمان کیا اور اس کی حقیقی لذتوں سے کب آشنا ہو سکتا ہے۔

جب یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہو گئی کہ بغیر محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کو کوئی چارہ نہیں تو اب یہ دیکھنا کہ ہمارا عمل اس وقت کیا ہے۔ آیا ہم واقعی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق ہیں یا صرف زبانی دعویٰ ہے اور ہمیں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دل میں پیدا کرنے کے لئے کیا کرنا ہے۔

اوپر کے واقعات سے ظاہر ہو چکا کہ صحابہ رضی اللہ عنہ و تابعین وغیرہم عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنا سرشار تھے۔ فرمان نبویؐ کے خلاف اپنی ہلاکت تصور کرتے تھے لیکن آج ہم ہیں کہ قدم قدم پر نافرمانی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مبتلا ہیں۔ رات دن دانستہ و نادانستہ ایذائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہیں۔ ہمارا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو دائرۂ شریعت سے متجاوز نہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار اولوں نے جب یہ مسئلہ شراب حرام کر دی گئی تو فوراً اتباع نبویؐ میں ہونٹوں سے لگے ہوئے شراب کے ساغر توڑ ڈالے اسی وقت مدینہ کی گلی کوچوں سے شراب کی نالیاں بہنے لگیں۔

آج اس پرفتن دور کے اندر قوم مسلم کی نجات اور اسکی ترقی کا راز اسی میں مخفی ہے جو فرمان خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حق میں آ چکا ہے۔ قوانین اسلام سے روگردانی میں کسی طرح کے فلاح کی امیدیں محض سفاہت و نادانی ہے۔ فیروز مندیوں کا تاج آج بھی اس کے سر پر ہو سکتا ہے بشرطیکہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسولؐ کے سانچے میں اپنی زندگی کے ہر گوشہ کو ڈھال لے۔ صرف تخیلات کی پیداوار نعمت غلطی کی ہوس خواب پریشاں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

(وما علینا الا البلاغ)

شکر کی اہمیت

از: حکیم احمد کمال الدین صاحب ساہنجی ورسر
مدرسہ لطیفیہ
نمبر ثانیہ
مکان حضرت قطب دہلوی

سیجزی اللہ الشاکرین

عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کا انعام بندوں پر اتنا ہے کہ جس کا احاطہ بندوں سے ممکن نہیں ان تعدو نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ شکر کی تعریف یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی نعمت کے بدلے تعریف کرنا خواہ وہ تعریف زبان یا کسی اور طریقے سے ادا کی جائے۔

اسرار الفاتحہ میں ہے کہ تمامی واجبات ایک ہی وقت میں واجب ہیں اور ایک شخص پر واجب ہیں ایک شخص پر واجب نہیں اور شکر ہر وقت میں ہر شخص پر واجب ہے اور یہ کہ جملہ واجبات دنیا میں ادا کئے جاتے ہیں۔ اور شکر دنیا اور عقبیٰ دونوں جگہ ادا کیا جاتا ہے۔

خلاصۃ الحقائق میں ابو عثمان قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ شکر تین قسم پر ہے۔ ایک عوام کا کہ وہ ماکول و مشروب پر شکر کرتے ہیں۔ دوسرا خواص کا کہ ان کے دل میں منعم کا احسان ہر وقت خیال میں رہتا ہے۔ تیسرا اخص الخواص کا کہ ان کے دل میں منعم کی تعظیم اس قدر جگہ مخلوق ہوتی ہے کہ پھر کسی چیز کی عظمت ان کے نزدیک باقی نہیں رہتی۔

اہل لطائف نے فرمایا کہ جہاں میں عمدہ چیزیں پانچ ہیں۔ اغنا، اجابت دعا، قبول توبہ، مغفرت گناہ۔ وسعت رزق۔

ان پانچوں چیزوں کو حق تعالیٰ نے مشیت پر معلق فرمایا اور بے نون تاکید لایا کہ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء ویتوب اللہ علیٰ من یشاء ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء واللہ یرزق من یشاء

اور شکر کو بے تعلق فرمادیا اور اس میں نون تاکید آیا کہ لئن شکرتم لازیدنکم تاکہ ناشکروں کے دل میں نعمت کے نقصان کا گمان راہ نہ پاوے۔ علماء نے فرمایا کہ ہر بلا اور ہر نعمت پر شکر گذاری ضروری ہے۔ بلا میں شکر اس واسطے ہے کہ اس بلا سے موجود سے بڑی بلا متوقع میں اس سے اس نے بچایا۔

کتب تذکیر میں ہے کہ ہر بلا میں چار چیزیں شکر واجب ہیں۔ ایک اس پر کہ یہ بلا دنیوی ہے نہ اخروی۔ سہل تستری رحمۃ اللہ سے کسی نے کہا کہ شب کو میرے گھر میں چور آیا۔ اس نے گھر کا سارا اسباب چرایا۔ فرمایا شکر کر کہ دزد ایمان یعنی شیطان سے تیرے دل کا گھر محفوظ رہا۔ دوسری اس پر کہ بدتر بلا سے کفر سے بچایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ ہاتھوں کا لولا ہے اور آنکھوں کا اندھا اور کانوں کا بہرا باوجود اس کے کہہ رہا ہے الحمد للہ الذی عافانی من ابتلا۔ فرمایا کہ تجھ پر تو یہ بلا نازل ہے پھر کس چیز پر تو شکر کرتا ہے۔ کہا اے عیسیٰ کیا آپ نہیں جانتے کہ بدترین بلا کفر اور جحود ہے پس کفر و جحود کے مقابل میں ہر بلا عافیت ہے

تیسرا اس پر کہ شاید کہ یہ بلا مقدر تھی بخیر گذری۔

شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرکب سے گر کے کہا۔ الحمد للہ لوگوں نے عرض کیا اے شیخ! یہ کیسا شکر ہے۔ فرمایا کہ میں نے گھوڑے کی پشت سے گرنے کو پس پشت ڈالا کہ مقدر تھا یہاں تک بھی خیر ہے۔

چوتھی اس پر کہ وہ مصیبت ثواب کا سبب ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ مبتلائے بلا کو قیامت کے دن اس قدر ثواب عطا ہو جائے گا کہ

لوگ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے گوشت پوست مقراضوں سے کاٹے جاتے کہ آج اس کے بدلے ہم یہ ثواب پاتے۔

روایاتِ قدس میں ہے کہ عبداللہ بن زیدؓ نے ایک فقیر دل گیر کو دیکھا کہ راہ میں پڑا ہے اس کی نہ آنکھ ہے، نہ کان، نہ ہاتھ ہے نہ پاؤں بہ فصاحت تمام شکر ادا کرتا ہے اور بار بار کہتا ہے کہ مجھ پر اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ عبداللہ نے کہا اے بندۂ خدا! شکر گزاری کے اسباب تیری ذات میں یکقلم مفقود ہیں تو کس چیز پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہا۔ یا بطال تو عجب نادان ہے اللہ نے جو مجھ پر مہر کی کس پر کی، کیوں کہ مجھ سے معصیت کے آلات انتزاع فرمائے اگر آنکھ ہوتی بری چیز دیکھتا اگر پاؤں ہوتے بیں برے کام کی طرف دوڑتا۔ اس پر میں شکر کرتا ہوں کہ اللہ کا یہ فضل کیا کم ہے کہ دل میرا سلامت ہے اسکی مہر کا ممنون اور زبان میری گویا ہے انکے شکر سے مقرون۔ الحمد للہ۔ میں نے اس پر دوسرا شکر ادا کیا۔ تا فردائے قیامت شکر گزاروں میں جا پاؤں اور ان کے زمرے دیکھکر حشر نہ اٹھاؤں

" اسرار الفاتحہ " میں ہے کہ اللہ جل شانہ نعمت رسانی میں اپنے بندوں کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو بادشاہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ عمل میں لاتا ہے۔ کیوں کہ جب بادشاہ کے گھر میں بیٹا پیدا ہوتا تو اس کا نام نیک رکھتا ہے۔

دائیہ مہربان کی پرورش میں سکو دیتا ہے۔ کپڑے عمدہ سے صاف بناتا ہے کوئی مرکب خوش رفتار سواری کیلئے مہیا کرتا ہے۔ معلم ادیب حافظ رقیب۔ پرستار۔ خدمت گذار اس کے واسطے معین فرماتا ہے۔ زوجہ صاحب جمال مؤانست کو خدمت میں دیتا ہے۔ نشست برخاست کو شہ مقام بناتا ہے۔ حکومت رانی کے لئے کوئی بڑا صوبہ اس کے نام کرتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

یہی معاملہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کرتا ہے۔
بلکہ اس سے بہتر اور بڑھ کر کہ اس نے ایک نام کی جگہ بندوں کے چار نام رکھے اور خطاب فرمایا ہے کہ یا ابن آدم۔ یا ایھا النفس المطمئنۃ

یا ایھا الذین آمنوا یا عبادی

اور ایک دایہ کے بدلے چار دائیں مقرر فرمائیں۔ ارض و سماء لیل ونہار جیسا ارشاد کیا کہ

الم نجعل الارض مھادًا و بنینا فوقکم سبعًا شدادًا وجعلنا اللیل لباسًا وجعلنا النھار معاشًا

(ترجمہ) کیا نہیں بنایا ہم نے زمین بچھونا اور بنایا ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان اور بنایا ہم نے رات کو لباس اور بنایا ہم نے دن کو معاش حاصل کرنے کی جگہ اور فرمایا کہ خذوا زینتکم۔

اور ایک مرکب کی جگہ چار چار طرح کی سواری ارزانی کی۔ اسپ اشتر۔ خچر۔ کشتی اور فرمایا کہ والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وعلی الفلک تحملون۔

اور ایک معلم کے مقابل میں چار معلم بنائے کہ ہر ایک فاضل در مفضل اور کامل و مکمل ہے۔ وہ خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

اور ایک حافظ کے مقام پر چار ملائکہ نگہبان بنائے آگے، پیچھے، دائیں۔ بائیں جیسا فرمایا کہ

لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ اور فرمایا عن الیمین وعن الشمال قعید۔

" تا شیطان نے جو وعدہ لیا تھا کہ لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم

اس کو دفع کرتے رہیں اور ایک پرستار کے قائم مقام چار خادم دئے دو ہاتھ کہ امر شانی کو فیصل فرمائیں اور دو پاؤں کہ امر لائم کی جانب لے جائیں اور ایک زوجہ کے برابر چار زوجہ بہتر سے بہتر اور خوب سے خوب مرحمت ہوئیں۔

(باقی صفحہ ۸۶ پر ملاحظہ ہو)



